

# مقصدِ تخلیق عبادت

مظہر غزالی، یادگار رازی، مفتی سواد اعظم، رئیس المحققین، امام المتکلمین، تاجدار اہلسنت  
شیخ الاسلام سلطان المشائخ علامہ سید محمد فی اشرفی جیلانی

تلخیص و تحشیہ  
ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (رجسٹرڈ)

(مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلیہ ورہ - حیدرآباد - اے پی)

﴿بدگاہ کرم مظہر غزالی، یادگار رازی، مفتی سواد اعظم، تاجدار اہلسنت، امام المتکلمین  
حضور شیخ الاسلام سلطان المشائخ رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی﴾

نام کتاب : مقصدِ تحقیق عبادت

خطیب : تاجدار اہلسنت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی حفظہ اللہ

تختیہ و تشبیہ : ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

تصحیح و نظر ثانی : خطیب ملت مولانا سید خواجہ معز الدین اشرفی

نوٹ: کتاب میں جہاں بھی آپ کو ستارے (☆☆☆) ملیں

سمجھ لیں کہ وہاں مرتب کی تشریح و اضافت ہے

ناشر : شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (دکن)

اشاعت اول : جون ۲۰۰۹ تعداد ۵۰۰۰

قیمت: 20 روپے

(۹۲۸) صفحات پر مشتمل محققانہ جائزہ۔ مثلاً شیخانِ راہِ حق کے لئے ملکِ التحریر کا بیش قیمت تحفہ

## فتنہ المحدث:

غیر مقلدیت اس دور کا سب سے خطرناک فتنہ ہے جس نے

ائمہ اربعہ باہمیہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ (اور حضراتِ حنفیہ) کے خلاف بدزبانی، طعن و تشنیع اور  
تہمت طرازی کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ یہ اہل حدیث کے نام سے لوگوں کو فریب دیتے ہیں اپنے سوا سب  
کو مشرک سمجھتے ہیں تقلیدِ شخصی کو شرک کہتے ہیں، ان کے عقائد و مسائل سے واقفیت کے بعد غیر مقلدیت سے  
طبعاً وحشت و نفرت ہوتی ہے۔ ان کی صحبتِ جذامی اور ایس کے مرئیس سے زیادہ خطرناک ہے، ان کی  
صحبتِ ایمان کے لئے خطرہ ثابت ہوتی ہے۔ ائمہ مجتہدین، محدثین ائمہ اور اسلافِ صالحین سے مروی  
معتبر و مستند ہزار ہا احادیث کو ضعیف، موضوع، من گھڑت اور باطل قرار دیتے ہیں لہذا ایسی اولین درجہ  
کے منکرینِ حدیث ہیں۔ یہ فرقہ تمام (۷۲) گراہ فریقوں کا ملغوبہ ہے یہ لوگ سلفِ صالحین اور  
احادیث مرفوعہ و غیرہ سے ثابت قرآنی تنبیروں کے مقابلہ میں اپنی من مانی تنبیروں کو ترجیح دیتے ہیں  
یہ اپنے علاوہ دیگر تمام طبقاتِ مسلمہ کو بدعتی، مشرک اور کافر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بذاتِ خود بدعتی ہیں۔

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلیہ پورہ۔ حیدرآباد (9848576230)

### فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۴	نبیت کا اجر	۵	فطرت انسانی
۲۷	مروجہ اعمال اور عبادات	۶	ادب اور تقلید انسان کی پیدائشی فطرت
۲۸	رحمت الہی بہانہ چاہتی ہے	۷	فطرت اپنا رنگ دکھائے گی
۳۱	اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی تمام	۸	بچہ کے سوالات
	انبیاء کی دعوت ہے	۱۰	دین کے معاملات میں حُجّت اور سوالات
۳۵	عبادت کے معنی	۱۰	ائمہ مجتہدین اور علماء
۳۶	اسلام میں عبادت کا تصور	۱۲	تیار راستے اور سرکیں
۴۱	عبادت کے متعلق مودودی	۱۴	شیطان نے الجھا کر غفلت میں ڈال رکھا ہے
	صاحب کا نظریہ	۱۵	فلسفوں نے کیا سمجھا ہے
۴۲	عبادت و تعظیم میں فرق	۱۶	ذُنیّا کی مثال
۴۳	عبادت اور استعانت	۱۷	انسان کی تخلیق کیوں؟
۴۶	غیر خدا کو سجدہ تعظیسی حرام ہے	۱۹	عقل والوں پر پابندی
۴۸	وندے ماترم اور سرسوتی وندنا	۲۰	داخل اسلام ہونے پر شرعی احکام کا نفاذ
	مسلمانوں کے عقیدہ توحید کے	۲۲	ہم عبادت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں
	خلاف ہے	۲۲	عبادت کا محدود مفہوم
		۲۲	عبادت کا وسیع مفہوم

صَلِّ عَلَى نَبِيِّنَا صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

صَلِّ عَلَى نَبِيِّنَا صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

(حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہ)

**حقیقت شرک :** توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اُسے سمجھنے کے لئے شرک کا سمجھنا ضروری ہے جو توحید کے مقابل ہے۔ عبادت اطاعت اور اتباع، ذاتی اور عطا کی صفات اور مسئلہ علم غیب، عبادت واستغانت اور شرک کا جابلانہ تفریح۔۔۔ وہ تمام آیات قرآنی جو شرک کیلئے مکہ اور کفار عرب کے حق میں نازل ہوئیں سمجھے بے سمجھے مسلمانوں پر چپاں کرنے والے بدمذہبوں کا بدلہ و تحقیق جواب۔۔۔ یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمانِ یاد رہے کہ ہمیں یہ خوف نہیں کہ تم ہمارے بعد شرک میں مبتلا ہو گے (بخاری شریف)

## مقصدِ تخلیقِ عبادت

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على من كان نبياً وأدم بين الماء والطين  
وعلى آله واصحابه اجمعين . أما بعدُ فقد قال الله تعالى

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذريات/۵۶)

اور میں نے جنیں پیدا کیا جن اور انسان کو مگر عبادت کے لئے۔

یہ سحر جو کبھی پردہ ہے جو کبھی ہے امروز نہیں معلوم کہ ہوئی ہے کہاں سے پیدا  
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبثانی وجود ہوئی ہے بندہٴ مومن کی اذال سے پیدا  
کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہے آفاق  
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زور بازو کا نگاہِ مومن سے بدل جاتیں ہیں تقدیریں  
یہ پیام دے گئی ہے مجھے بادِ صبح گاہی کہ عارفوں کا مقام ہے بادشاہی  
نہ پوچھان خرقہ پوشوں سے بصیرت ہو تو دیکھ ان کو یہ

بد بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنے آستینوں میں  
اگر خاموش رہوں تو تو ہی سب کچھ ہے جو کچھ کہا تو تیرا حُسن ہو گیا محدود

بارگاہِ رسالت میں دُرود شریف پیش فرمائیں اللهم صل علی سیدنا محمد  
وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلى علیه

## فطرتِ انسانی :

انسان فطرۃً متجسس واقع ہوا ہے انسان کی فطرت میں سوال ہی سوال ہوتا ہے۔  
یہ دنیا تو عجیب جتنی دُنیا ہے۔ آج کا جو دور ہے اس دور کو میں کیوں کا دور کہتا ہوں۔  
یہ کیوں؟ وہ کیوں؟ یہاں کیوں؟ وہاں کیوں؟ تم کیوں؟ ہم کیوں؟ ایسا کیوں؟

ویسا کیوں؟ بچپن کے دور سے ایسا کیوں کیوں کے عادی ہوئے کہ یہ کیوں کیوں کرنا چھوٹ ہی نہیں رہا ہے۔ بہر حال یہی فطرت اپنا رنگ دکھائے گی۔

### ادب اور تقلید انسان کی پیدائشی فطرت :

جہاں سے ہم انسان کو دیکھتے ہیں وہاں سے اُس کی فطرت اور مزاج کا جائزہ لینا شروع کریں۔ ایک بچہ ابھی پیدا ہوا، اُس کی زبان میں قوت گویائی نہیں ہے کہ وہ بولے۔ اُس کی قوت گویائی ابھی اس منزل پر نہیں پہنچی ہے کہ وہ کچھ سمجھے۔ اُس کے سامنے جتنی قوتیں حاضر ہیں سمجھا ہی نہیں۔ زبان قائل کچھ نہیں مگر زبان حال یہ جانتی ہے کہ یہ کیا ہے یہ کیا ہے۔ ہم یہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں مگر یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ لہذا ہم وقت کیوں ضائع کریں۔ جتنی سمجھانے کی جدوجہد ہے جب ہی ہوگا جب کہ اُس کا ادراک آگے بڑھے جب کہ اُس کا شعور بیدار ہو۔ آہستہ آہستہ ہم بتدریج اُس کے سوالوں کا جواب دیں گے۔ کچھ دن بعد ہم نے اُس بچے کو یہ سمجھانا شروع کیا۔ دیکھ یہ تیری ماں ہے۔ یہ باپ ہے۔ یہ بھائی ہے۔ یہ چچا ہے۔ یہ نانا ہے۔ یہ دادا ہے۔ ہم کہتے گئے، وہ مانتا چلا جا رہا ہے۔ میں جس کو ماں بتلائے وہ اس کو ماں کہہ دے۔ میں جسے باپ کہہ دیا وہ اُسے باپ کہہ رہا ہے۔ میں جس کو جو نام بتلاتا جا رہا ہوں وہ کہتا چلا جا رہا ہے۔ ہم جیسے جیسے سکھا رہے ہیں ویسے ہی بول رہا ہے۔ تو معلوم ہوا جب عقل و شعور کچھ بھی نہیں تھا۔ اُس وقت بھی اتنا شعور تھا کہ بڑوں کی بات مان لینی چاہیے۔ کسی کی بات کسی کا سہارا مان ہی لینا چاہیے، مانتا چلا جا رہا ہے۔ اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلى علیہ

دوستو ! اگر شروع ہی سے انسان کی ایسی فطرت ہوتی ہے کہ ہم ایک شخص کی بات نہ

مانیں گے، ہم کسی کی تقلید نہ کریں گے، ہم کسی پر بھروسہ نہیں کریں گے اور اگر شروع ہی میں یہ بات ہوتی کہ ہم جسے ماں کہے اور وہ کہے کہ میں ماں نہیں کہتا۔ کیا دلیل ہے کہ یہ ماں ہے؟ کیا ثبوت ہے کہ یہ ماں ہے؟ اور ضد کرتا اور الجھ جاتا، جس کو تم ماں کہے، مانے تیار نہیں۔ جس کو تم بھائی کہے، اُسے بھائی تسلیم کرنے تیار نہیں تو بہت سی مشکل ابتداء ہی سے پیدا ہو جاتی۔ مگر انسان کی فطرت ہے کہ ہم جیسا اُس کو سمجھاتے چلے جا رہے ہیں وہ سمجھتا چلا جا رہا ہے۔ جو ہم کہتے ہیں وہ مانتا اور اعتراف کرتا چلا جا رہا ہے۔ انسان کی اگر فطرت دیکھنا ہے تو بچے سے لیکر بوڑھے کی زندگی کو دیکھو۔ انسان کی فطرت ہر ایک کی زندگی میں جلوہ گر ملے گی۔ بوڑھا ہو کہ بچہ۔ مرد ہو کہ عورت۔ مسلم ہو کہ غیر مسلم۔ اپنا ہو کہ پرانا۔ فطرت ہر جگہ اپنا رنگ دکھاتی ہے۔ سب ہی کی تعلیم و تربیت کا یہی انداز ہے۔ بہر حال وہ آج کسی کی مانے یا نہ مانے مگر ابتداء میں وہ مان چکے ہیں۔ اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیہ

### فطرت اپنا رنگ دکھائے گی :

فطرت بہر حال اپنا رنگ دکھائے گی۔ بچہ بڑھنے لگا بولنے کے لائق ہوا، فہم اور شعور پیدا ہونے لگا۔ اب بچہ چار سال چار مہینے چار دن کا ہو گیا۔ ہمارے یہاں کے رسم و رواج کے مطابق تسمیہ خوانی کی تقریب منائی گئی۔ قرآن مجید کی آیات سے تعلیم کی ابتداء ہوئی۔ ہم نے بغدادی قاعدہ (نورانی قاعدہ) سامنے رکھا ہر لفظ کو سمجھایا گیا۔ یہ فلاں ہے یہ فلاں ہے۔ بچہ کے لئے ہر نقش نیا ہے، ہر تصویر الگ ہے۔ بس اب وہ فقط ہمارے پر اعتماد کئے ہوئے ہے۔ ہمارے پر بھروسہ کئے بغیر اُس کی منزل آگے نہیں بڑھ رہی ہے۔ وہ پوچھ رہا ہے یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا کہ یہ بچہ بڑے سوالات

کر رہا ہے۔ ہم نے بتا دیا کہ یہ الف ہے، یہ 'ب' ہے۔ یہ 'ت' ہے۔ یہ 'ث' ہے۔  
 بچہ یہ کبھی نہیں کہتا، جس کو تم 'الف' کہتے ہو یہ 'الف' نہیں ہے۔ جس کو تم 'ب' کہتے ہو  
 اُسے میں 'ب' ماننے کو تیار نہیں ہوں۔ اگر یہ ضد انسان شروع ہی سے کرتا تو 'ی'  
 تک پہنچنا مشکل ہو جاتا۔ اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما  
 تحب وترضی بان تصلی علیہ

اس کے بعد ہم نے سوچا اگر بچے کو 'ی' تک بتا دیں گے تو بچہ کو کچھ بتانا نہ رہ  
 جائے گا۔ کسی سوال کا جواب سمجھانا نہ پڑے گا، مگر وہاں معاملہ اور بڑھ گیا۔ ہم  
 نے اُس کو 'ی' تک پڑھایا تھا مگر اب زیرِ ذر کی بات آئی اور بھی سمجھانا پڑا۔ بہر حال  
 کہنے کا منشاء یہ ہے کہ ہم اس کو بتدریج ایک منزل کی طرف لے جا رہے ہیں اور وہ بچہ  
 بھروسہ کر رہا ہے۔ ایک ہی اُستاد ہے ایک ہی انسان کے اُپر فردِ واحد کے اُپر اتنا  
 اعتماد کئے ہوئے ہے کہ وہ سمجھاتا چلا جا رہا ہے اور یہ مانتا جا رہا ہے۔

بچے کے سوالات : بچہ بڑھتا گیا اور رفتہ رفتہ سیکھتا و سمجھتا گیا۔ اب بچے کے  
 سوالات ہیں: یہ کیا ہے؟ یہ کیسے؟ یہ کیوں؟ بہر حال یہ الفاظ سوال کے ہیں۔  
 ہم نے سوچا کہ اُس کو اور پڑھاؤ اور علم دو جب اُس کے پاس بہت زیادہ علم ہو جائے گا  
 تو اُس کے سوالات ختم ہو جائیں گے..... اُس کا کیوں ختم ہو جائے گا۔ ہر سوال کا  
 جواب اُسے مل جائے گا، اُسے پڑھنے دو..... اُسے پروفیسر ہونے دو..... اُسے  
 انجینئر ہونے دو..... اُسے ڈاکٹر ہونے دو۔ جب یہ سب کچھ ہو جائے گا ہر کیوں کا  
 جواب مل جائے گا، مگر جب یہی بچہ مفکر بنا، ادیب بنا، پروفیسر بنا، ڈاکٹر بنا، انجینئر بنا.....  
 اور علم کے ذریعہ سے اپنے کو آراستہ کر لیتا ہے تو اُس کے سوالات یہ ہو جاتے ہیں  
 پہلے تو وہ کتابوں کے بارے میں پوچھتا تھا اب وہ کائنات کے بارے میں پوچھ رہا ہے



کہ یہ زمین کیوں ہے؟ یہ چاند کیوں ہے؟ یہ سورج کیوں ہے؟ یہ ستارے کیوں ہے؟  
یہ دریا کیوں ہے؟ یہ آبشار کیوں ہے؟ یہ پھول کی مہک کیوں ہے؟  
ہم نے سمجھا تھا کہ پڑھ لکھ کر یہ جواب پالے گا۔ اس کا کیوں بڑھتے ہی جا رہا ہے  
اس کے کیوں میں کچھ کمی آنیں رہی ہے۔ اس کے بعد ہم نے کہا اُس کو اور پڑھا  
دو فلسفی بنا دو؛ جالینوس بنا دو؛ ارسطو بنا دو؛ افلاطون بنا دو؛ سقراط بنا دو؛ بقراط بنا دو؛ شیخ بو  
علی سینا بنا دو؛ اس کو رُشک بنا دو۔ جب یہ فلسفی ہو جائے تو ہر کیوں کا جواب اُسے مل  
جائے گا۔ مگر! بڑے غضب کی بات ہے جب یہ بچہ افلاطون بنتا ہے سقراط و بقراط بنتا ہے  
بوعلی سینا بنتا ہے جب بھی اُس کا کیوں ختم نہیں ہوتا۔ جب یہ پوچھ رہا تھا کہ زمین  
کیوں ہے؟ آسمان کیوں ہے؟ ستارے کیوں ہے؟ اب یہ پوچھ رہا ہے خدا کیوں ہے؟  
رسول کیوں ہے؟ دین کیوں ہے؟ مذہب کیوں ہے؟ آسمانی کتابیں کیوں ہے؟  
فرشتے کیوں ہے؟ یہ ثواب کیوں ہے؟ عذاب کیوں ہے؟ علم بڑھتا ہے تو کیوں بھی  
خطرناک ہوتا چلا آ رہا ہے۔ کیوں بھی بھیانک ہوتا چلا جا رہا ہے۔ یہ علم جو ہے اُسے  
گمراہ کر رہا ہے۔ علم حجاب اکبر بن رہا ہے علم اس کو دلالت کے راستے پر لگا رہا ہے۔ ایسا  
الجبھا ہوا ہے یہ انسان ہر ہر کیوں میں۔ لاکھوں کیوں ہیں جس کو یہ حل کرنا چاہتا ہے۔  
کروڑوں کیوں ہیں جس کا یہ جواب چاہتا ہے۔ زمین و آسمان کی ضرورت کو سمجھنے کی فکر  
میں لگا ہوا ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے کبھی یہ دریاؤں کی تہ میں جاتا ہے۔ کائنات کی  
کیوں کو سمجھنے کے لئے کبھی یہ فضاؤں میں تیرتا ہے۔ کائنات کی کیوں کو سمجھنے کے لئے یہ  
چاند پر دستک دے رہا ہے۔ مریخ کو سمجھنے کی فکر میں لگا ہوا ہے۔ سورج کو سمجھنے کے  
لئے اس کی شعاعوں کی تصویر لے رہا ہے۔ ایٹمی توانائیوں کے تجربات کر رہا ہے۔  
انسان کروڑوں کیوں میں پھنسا ہوا ہے۔

## دین کے معاملات میں حُجّت اور سوالات :

اب تو ہمارے دین دار طبقے کے اندر کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے کبھی مدرسے کی زیارت نہیں کی ہے۔ علماء کی صحبت نہیں ہے مدرسے کی چٹائیوں پر بھی بیٹھے نہیں ہیں دینی کتابوں کا مطالعہ بھی نہیں ہے۔ دین کے مسائل میں بھی کیوں چلاتے ہیں ..... میلاد کیوں ہے؟ فاتحہ کیوں ہے؟ نیاز کیوں ہے؟ نذر کیوں ہے؟ عرس کیوں ہے؟ شب معراج کیوں ہے؟ شب براءت کیوں ہے؟ حلوہ کیوں ہے؟ کھجرا کیوں ہے؟ یہ فقہ کیوں ہے؟ یہ تقلید کیوں ہے؟ یہ چار امام کیوں ہے؟ یہ قادر یہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے راستے کیوں؟ اس طرح چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔ پہلے تو دارالافتاء میں فتوے لکھے جاتے تھے اب ہوٹلوں میں فتوے لکھے جارہے ہیں۔ اب تو چوراہوں پر فتوے لکھے جارہے ہیں۔ اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلى علیہ

ائمہ مجتہدین اور علماء : دیکھو ایک ہوتا ہے دوکاندار جو سامان فروخت کرتا ہے اور ایک کمپنی ہوتی ہے جو بناتی ہے۔ جہاں مال تیار ہوتا ہے وہ اور ہے بیچنے والے اور ہیں۔ ہم نے اگر ایک دوکاندار سے کہا کہ ہم کو عطر حنا چاہئے۔ اُس نے ایک شیشی لا کر دے دیا۔ اور کہے کہ ہم کو عطر مجموعہ چاہئے، وہ لا کر دے دیا اور ہم اگر دوکاندار سے یہ پوچھیں کہ کیا ثبوت ہے کہ یہ عطر حنا ہے اور یہ بتاؤ کہ یہ کیسے بنتا ہے اور اس میں کون کون سے اجزاء ڈالتے ہیں تو وہ یہی کہے گا کہ نادان ! بنانے والے اور ہیں، بیچنے والے اور ہیں۔ اگر تمہیں معلوم کرنا ہے تو فیکٹری کو جاؤ، وہاں پتہ چلے گا ہم تو صرف لیبل لگا ہوا دیکھتے ہیں کہ یہ لیبل ہے عطر حنا کا۔ یہ لیبل ہے عطر گلاب کا۔ یہ لیبل ہے عطر کیوڑہ کا۔ اگر اس لیبل پر بھروسہ ہو تو لیکر جاؤ ورنہ رکھ کر

چلا جاؤ۔ ہم تو لیل لگا ہوا پیش کر رہے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ بنانے والے اور ہیں اور بیچنے والے اور ہیں۔ ہمیں اپنی پوزیشن معلوم کرنی چاہئے۔ چلنے والے اور چلانے والوں کے فرق کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ ہوائی جہاز میں سفر کرنے والا خود کو پوائنٹ سمجھ لے اور ہوائی جہاز اڑانے کی کوشش کرے تو بڑا غضب ہو جائے گا۔ ہم چلنے والے ہیں، چلانے والے نہیں ہیں۔ قرآن و سنت سے مسائل استخراج کرنے والے اور ہیں اور مسائل کو سمجھانے والے اور ہیں۔ پس تو دیکھو یہ مسائل حنفی فیکٹری میں تیار ہوتے ہیں اور کچھ مسائل شافعی فیکٹری میں تیار ہوتے ہیں اور ایسا ہی مالکی فیکٹری ہے اور حنبلی فیکٹری بھی۔ جہاں سے مسائل استخراج ہوئے ہیں۔ امام اعظم تیار کر رہے ہیں، امام شافعی تیار کر رہے ہیں، امام احمد بن حنبل تیار کر رہے ہیں، امام مالک تیار کر رہے ہیں۔ اور یہ جو تیار کر رہے ہیں تو یہ قرآن و سنت ہی کا نچوڑ و عطر لے رہے ہیں اور ارشاد صحابہ کا نچوڑ و عطر لے رہے ہیں جو قرآن و سنت پر ان کو عبور تھا وہ تو ہرگز ان کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ وہ قرآن کو بھی خوب سمجھتے تھے اور سنت کو بھی خوب سمجھتے تھے اور انھوں نے اس کا نچوڑ نکال کر اپنی فقہ بنائی اور ہمارا کام کیا رہ گیا۔ وہ یہ کہ آپ پوچھو کہ فقہ حنفی کے نقطہ نظر سے یہ کیا مسئلہ ہے تو ہم حنفی لیل لگا ہوا لا کر پیش کر دیں گے اور ایسا ہی شافعی لیل لگا ہوا اور مالکی لیل لگا ہوا اور حنبلی لیل لگا ہوا ہے۔ لیل کا پیش کرنا علماء کا کام ہے اور مال کا تیار کرنا مجتہدین کا کام ہے۔ دلائل کا دیکھنا مجتہدین کا کام ہے اور جو کام مجتہدین کا ہے یہ مجھ سے چاہتا ہے۔ ہم تو لیل لگا ہوا ہی پیش کر دیں گے ماننا ہو تو مانو۔ اگر جھگڑے کرنا ہو تو وہاں جا کر جھگڑا کرو۔ کہاں سے آپ نے نکال دیا تو امام اعظم کہیں گے ارے نادان قرآن و سنت اگر میں نہ سمجھا تو کیا تو سمجھ گیا اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیہ

تیار راستے اور سڑکیں : راستہ چلنے سے پہلے اپنی پوزیشن معلوم کر لینی چاہئے کہ آپ راستہ چلنے والے ہیں یا راستہ پر چلانے والے ہیں۔ راستہ چلنے والے کو چاہئے کہ وہ الجھانہ نہ کرے، اختلاف کے بغیر نہایت ہی اطمینان و خاموشی سے سفر کرتا رہے۔ بنے ہوئے راستے تیار ہیں۔ چلنے والے ان راستوں پر چل چکے ہیں اور چل کر کامیاب ہو چکے ہیں۔ اب ان راستوں کو آ زمانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب انصاف سے بتاؤ تو جو بنے ہوئے راستے ہیں اُس سے جاؤ گے یا آج ہی سے نیا راستہ بناؤ گے؟ آخر کیا کرو گے؟ آپ کہیں گے کہ بنے ہوئے راستے پر سینکڑوں گاڑیاں چلی ہوئی ہیں، ہزاروں لوگ اُس پر سے جا رہے ہیں۔ اُس پر ہم لوگ جانیں گے تو کامیاب ہو جائیں گے۔ اگر آج ہی سے ہم نے اپنا اپنا راستہ بنانا شروع کیا تو پہنچتے پہنچتے قیامت آ جائے گی اور ہم پہنچ بھی نہ پائیں گے، ہمارا کیا حشر ہوگا وہ بھی معلوم نہیں ہوگا۔ اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بن تلمی علیہ

شہرا ہیں (Highways) تیار ہو چکے ہیں۔ یہ خفی ہائی وے ہے۔ یہ شافعی (Highways) ہے۔ یہ مالکی (Highways) ہے۔ یہ حنبلی (Highways) ہے اور اس پر چلنے والے چلے تو شاہ عالم ہو گئے۔ چلے تو قطب عالم ہو گئے۔ چلے تو غوث زمانہ ہو گئے۔ چلے تو خواجہ خواجگان ہو گئے۔ چلے تو مخدوم سمنانی ہو گئے۔ چلے تو امام احمد رضا ہو گئے۔ چلے تو محدث اعظم ہو گئے۔ چلنے والے کیا کیا ہو گئے۔ چلنے والوں کے کامیاب نقوش بتا رہے ہیں کہ یہ چل کر کامیاب ہوئے ہیں ہماری بھی کامیابی اسی راستے سے چلنے پر ہی ہوگی لہذا نیا راستہ مت بناؤ۔ نیا راستہ بناؤ گے تو منزل تک نہیں پہنچ سکو گے۔ شریعت کے بھی چار راستے بن چکے ہیں اور

طریقۃ کے بھی چار مرکزی راستے بن چکے ہیں شاخ در شاخ تو راستے بہت ہوتے ہیں مگر چار Highway طریقۃ کے بھی ہیں۔ یہ قادری Highway ہے یہ چشتی Highway ہے۔ یہ نقشبندی Highway ہے۔ یہ سہروردی Highway ہے۔ جو اس راستہ پر چلا تو کامیاب ہے۔ طریقۃ کے بھی راستے کھلے ہوئے ہیں اور شریعت کے بھی راستے کھلے ہوئے ہیں۔

یہ بات یاد رکھیں کہ طریقۃ کے راستے کچھ شریعت سے جدا راستے نہیں ہیں لیکن جو طریقۃ کے راستے پر چلتا ہے اُسے شریعت کا فیض ملتا ہے۔ طریقۃ کا نام سُن کر شیطان بہت گھبراتا ہے۔ غوث جیلانی کا نام سُنتا ہے تو گھبراتا ہے۔ خواجہ اجمیری کا نام سُنتا ہے تو گھبراتا ہے۔ آزمانے والے سات سو سال سے آزما رہے ہیں سیدنا خدوم اشرف سمنانی کا نام کسی آسیب زدہ کے کان میں کہہ دیں جنات و شیطین بہت گھبرائیں گے۔ یہ طریقۃ کا راستہ ہے جو جب اسے چھوڑ دیا اُسے شریعت کا راستہ بھی نہیں مل رہا ہے۔

سارے راستے بن چکے ہیں مگر عجیب مزاج ہو چکا ہے ایسا کیوں؟ ایسا کیوں؟ کیوں ہی سمجھنا تھا تو کسی عالم سے پوچھتے، کسی مدرس سے پوچھتے، کسی فقیہ سے پوچھتے، کسی شیخ سے پوچھتے، کسی محدث سے پوچھتے، کسی مفتی سے پوچھتے۔

تم کیوں بھی چلاتے ہو تو کس کے ساتھ؟ کیوں بھی سمجھ رہا ہے تو جاہلوں سے سمجھ رہا ہے جن کے پاس کیوں کا کوئی جواب نہیں۔ اُن کے پاس نہیں جاتا جہاں کیوں کا جواب ملتا ہے۔ اس لئے کیوں کیوں کرنے کا عادی ہو گیا ہے۔ الہام صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیہ

شیطان نے انسان کو الجھا کر غفلت میں ڈال رکھا ہے :

انسان ہزار کیوں میں الجھا ہوا ہے۔ یہ کیوں ہے؟ وہ کیوں ہے؟ ایسا کیوں ہے؟  
زمین کیوں ہے؟ آسمان کیوں ہے؟ چاند کیوں ہے؟ سورج کیوں ہے؟ آبشار  
کے نغے کیوں ہیں؟ دریا کی روانی کیوں ہے؟ پھولوں کی مہک کیوں ہے؟ تاروں  
کی چمک کیوں ہے؟ انسان کروڑوں کیوں میں الجھا ہوا ہے؟ انسان کروڑوں کیوں  
کا جواب چاہتا ہے مگر انہی کروڑوں کیوں میں ایک کیوں ہے اُدھر دھیان نہیں دیتا  
..... یہ تو جانتا چاہتا ہے دریا کیوں ہے؟ آسمان کیوں ہے؟ زمین کیوں ہے؟  
چاند کیوں ہے؟ سورج کیوں ہے؟ آبشار کیوں ہے؟ خود یہ غور نہیں کرتا کہ وہ  
کیوں ہے؟ اے انسان! کیا تو کیوں کیوں کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے؟ کیا تیرا  
کام یہی ہے کہ تو کیوں کیوں کرتا رہے؟ ساری دنیا کے کیوں کے پیچھے لگا ہوا ہے  
’اپنا کیوں نہیں سوچتا؟ اپنے کیوں کو سوچ‘ دوسرے کے کیوں میں پڑنے کا  
وقت ہی نہیں ملے گا۔ پہلے تو اپنا کیوں سوچ لے کہ تو کیوں پیدا کیا گیا ہے۔ اللہم

صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضیٰ بان تصلىٰ علیہ

شیطان؟ انسان کو دنیا بھر کے ہزاروں بلکہ لاکھوں کیوں میں الجھا رکھا ہے اور  
انسان کو اپنی ذات سے متعلق ایک کیوں سے ہٹا دیا ہے۔ شیطان جانتا ہے  
ہزاروں کیوں میں الجھنے والا فلاسفر بنے گا، انجینئر بنے گا، ڈاکٹر بنے گا، بقرابطے بنے گا،  
شیخ بوعلی سینا بنے گا..... مگر مومن نہیں بنے گا لہذا اُسے ہزاروں کروڑوں کیوں میں  
الجھا دو۔ اگر اُس نے اپنا کیوں سمجھ لیا اور اُس کے تقاضے پر عمل کرنے لگے تو وہ  
مومن ہو جائے گا اسی لئے اُسے مومن نہ رہنے دو‘ ہزاروں کروڑوں کیوں میں ایسا  
الجھا دو کہ اُس کی زندگی بھی ختم ہو جائے اور اُسے اپنے کیوں کا جواب نہ ملے۔

جنہوں نے کائنات کا کیوں، زمین و آسمان کا کیوں سمجھا ہے وہ فلسفی ہو گئے، انجینئر ہو گئے، بقراط ہو گئے..... اور جنہوں نے اپنا کیوں سمجھ لیا بایزید بسطامی ہو گئے، وہ جنید بغدادی ہو گئے، وہ غوث جیلانی ہو گئے، وہ محبوب الہی ہو گئے، وہ خدوم سنانی ہو گئے۔ اپنا کیوں سمجھنے والے وہ ہو گئے کہ بقراط بھی آکر ناک رگڑ رہے ہیں بڑے بڑے سقراط بھی آکر سرنگوں ہو رہے ہیں۔ بڑے بڑے فلاسفر بھی آکر سر جھکا رہے ہیں۔

اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلى علیہ

فلسفیوں نے کیا سمجھا ہے : جو کہتے ہیں کہ ہم نے دُنیا کا کیوں سمجھ لیا ہے دراصل انہوں نے کچھ بھی نہیں سمجھا ہے۔ اُن فلسفیوں سے پوچھو کہ کیا زمین نے یہ کہا ہے ہم کیوں ہیں؟ کیا آسمان نے یہ کہا کہ ہم کیوں ہیں؟ کیا چاند و سورج نے کہا ہے ہم کیوں ہیں؟ اپنی انکل لگاتے ہو اپنا گمان لگاتے ہو کہ چاند اس لئے ہے، سورج اس لئے ہے، آسمان اس لئے ہے، زمین اس لئے ہے۔ تم بتاؤ کہ کیا کبھی دریائے بولا کہ ہم کیوں ہے؟ کیا کبھی درخت بولے کہ ہم کیوں ہے؟ کیا کبھی پتھر نے بولا کہ ہم کیوں ہے؟ کیا کبھی چاند نے بولا کہ ہم کیوں ہے؟ کیا کبھی سورج نے بولا کہ ہم کیوں ہیں؟ تم اپنے اس گمان سے جو کہتے ہو یہ بات بالکل غلط ہے۔ اپنا کیوں جو سمجھ لے اور اپنے کیوں کے تقاضہ پر جو عمل کرے ساری دنیا بول پڑتی ہے کہ ہم کیوں ہیں۔ دریاؤں کے بدل کے بولتے ہیں ہم تیرے لئے ہیں۔ جانور سجدہ کر کے بتاتا ہے کہ ہم تیرے لئے ہیں۔ کنکری کلمہ پڑھ کے بتاتی ہے کہ ہم تیرے لئے ہیں۔ درخت جگہ بدل کر بتاتا ہے کہ ہم تیرے لئے ہیں۔ سورج پلٹ کر بتاتا ہے کہ ہم تیرے لئے ہیں۔ چاند نکڑے ہو کر بتاتا ہے کہ ہم تیرے لئے ہیں جانور اطاعت کر کے بتاتا ہے کہ ہم تیرے لئے ہیں۔

اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلى علیہ

پہلے تم یہ ثابت کر کے بتاؤ کہ تم خدا کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ انما الدنیا خلقت لکم فانکم خلقت لکم آخرہ۔ دُنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔

دُنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے، تم دُنیا کے لئے پیدا نہیں کئے گئے ہو۔ جو دُنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہو تم اُسی کے پیچھے بھاگتے ہو عجیب بات ہے۔

دُنیا کی مثال : دُنیا کی مثال ایسی ہی ہے جیسے اپنا سایہ زمین پر۔ ذرا سایہ کو پکڑو دوڑ کر پکڑو..... آپ ہی کا تو ہے قریب اتنا ہے کہ ابھی ملا۔ ایسا بھی نہیں کہ چھوڑ کر چلا جائے کہ ہم مایوس ہو جائیں۔ دوڑتے رہو دوڑتے رہو دم نکل آئے گا گر سایہ نہیں ملے گا۔ آپ سایہ سے منہ موڑے بھاگو، سایہ بھی تمہارا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ جتنے تیز تم بھاگو گے اتنی ہی تیز تمہارے پیچھے ہوگا۔ یہی تو دُنیا کا حال کہ جو دُنیا کے پیچھے چلا دوڑا دوڑا ہلاک ہو گیا مگر دُنیا اُسے نہ ملی۔ ہلاک دوڑا ہلاک ہو گیا۔ چنگیز دوڑا ہلاک ہو گیا۔ اکبر دوڑا ہلاک ہو گیا۔ سب دُنیا کے پیچھے دوڑے مگر دُنیا کسی کو نہ مل سکی، نہ لال قلعہ والے کو مل سکی نہ شیش محل والے کو مل سکی۔ سب تباہ ہو گئے مگر جو دُنیا کا رخ منہ موڑ کر بھاگے تھے دُنیا آج تک انہیں نہیں چھوڑ رہی ہے۔ نہ خواجہ کو چھوڑ رہی ہے۔ نہ قطب عالم کو چھوڑ رہی ہے۔ خدوم سمنانی نے ترک سلطنت کر کے سمنان کو چھوڑا تو دُنیا وہیں سے پیچھے لگ گئی۔ وہیں سے ایسا لگی کہ آج تک نہیں چھوڑ رہی ہے۔ دُنیا کے پیچھے چلو گے تو ہاتھ نہیں آئے گی اور منہ موڑ کے بھاگو گے تو پیچھا نہیں چھوڑے گی اتنا پیچھے پڑ گئی کہ پوری تحریک چل رہی ہے خواجہ کے یہاں نہ جاؤ..... غوث کے یہاں مست جاؤ مگر دُنیا ایسے پیچھے پڑی ہے کہ کسی کی بات نہیں مانتی۔ سایہ پیچھے دوڑتے ہی چلا جا رہا ہے بات کچھ سمجھ میں آگئی کہ انما الدنیا خلقت لکم فانکم خلقت لکم آخرہ۔



انسان کی تخلیق کیوں ؟ ذرا ساعالم تصور میں غور کرو اُس منزل کو اگر تم سے سوال کیا جائے گا رب تبارک و تعالیٰ تم سے یہ پوچھے کہ ہر چیز کے بارے میں تم سوال کرو زمین کیوں؟ جواب ملا تمہارے لئے۔ آسمان کیوں؟ جواب ملا تمہارے لئے۔ چاند و سورج کیوں؟ تمہارے لئے۔ دریا کیوں؟ تمہارے لئے۔ آبشار کے نغمے کیوں؟ تمہارے لئے۔ دُنیا کی یہ سب چیزیں تمہارے لئے اور تم کیوں؟ اسلام اس کیوں کو سمجھانے کے لئے آیا ہے۔ خدا کی رحمت ہے کہ ہمارا ذہن جدھر نہیں جاتا اپنی کریمی سے ہمارے ذہن کو ادھر موڑ رہا ہے۔ انسان اپنے کو کتنا دھوکہ دے رہا ہے اپنا کیوں نہیں سمجھ رہا ہے سارے زمانے کا کیوں سمجھ رہا ہے۔ یہ کیوں ہے وہ کیوں ہے۔ ایسا کیوں ہے ویسا کیوں ہے۔ اسی میں پریشان ہے مگر رب تبارک و تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ تمہارا کیوں سمجھانا چاہتا ہے کہ تمہیں کیوں پیدا کیا گیا ہے۔ تمہیں یہ چکر ہے کہ زمین کیوں ہے؟ آسمان کیوں ہے؟ یہ سوال کرنے سے تمہارا کیا فائدہ ہے۔ اس چکر میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر تجھے سوچنے کی بات ہے تو یہ سوچ کہ تو کیوں پیدا کیا گیا ہے؟ تیرا مقصد تخلیق کیا ہے؟ تم نہیں سمجھنا چاہتے تو سنو ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذاریات/ ۵۶) اور میں نے نہیں پیدا کیا جن اور انسان کو مگر عبادت کے لئے۔

اے مومنوں عبادت کرو کہ پرہیزگار بن جاؤ، اے پرہیزگار عبادت کرو کہ خلاص اختیار کرو، اے مخلصو عبادت کرو کہ قرب الہی میں ترقی کرو، اے غریبو عبادت کرو کہ نماز و روزہ کی پابندی کرو، اے امیرو عبادت کرو کہ حج و زکوٰۃ دو، اے بندو عبادت کرو کہ میری رضا پر صابر و شاکر رہو، کبھی میری شکایت نہ کرو۔ حضور ﷺ کی جسمانی اداؤں کا نام ہے عبادت۔۔۔ قلبی اداؤں کا نام ہے عبودیت۔

ہم نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ دوسرے کام کے لئے پیدا ہی نہیں کیا تو جو جس کام کے لئے ہوتا ہے تو اُس سے وہی کام لیا جائے گا۔ دوسرا کام کرو گے تو غلط ہوگا۔ اب اگر تم نے عبادت کے سوا کوئی کام کیا تو تم مقصدِ تخلیق سے ہٹ گئے۔ جس کام کے لئے جو چیز ہوتی ہے اس کو وہیں استعمال کرنا بہتر ہوتا ہے اور اس مقصد سے الگ ہٹ کر کرنا نادانی کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ کو بتلاؤں آپ ایک نیا اُگالداں لے آؤ جو کبھی استعمال میں نہ آیا ہو۔ اس میں پانی ڈال کر پیش کرو کہ لیجئے جناب نوش فرمائیے۔ ایسا کوئی انسان نہیں ہے جو اُگالداں سے پانی پینے تیار ہو جائے۔ مفتی صاحب سے فتویٰ بھی مل جائے گا کہ پانی پینا جائز ہے۔ اُگالداں استعمال ہی نہیں ہوا ہے۔ ناپاک تو نہیں ہے مگر کوئی انسان اس اُگالداں سے پانی نہیں پئے گا۔ گلاس بنایا گیا پانی پینے کے لئے اور اُگالداں بنایا گیا تھوکنے کے لئے۔ جو چیز جس کام اور جس مقصد کے لئے بنائی جائے اُس سے وہی کام لیا جائے گا۔ جو چیز جہاں کے لئے ہے وہیں ہونا چاہئے۔ ٹوپی سر کے لئے ہے سر میں رہنا چاہئے پاؤں میں نہیں جانا چاہئے اور جوتا پیر کے لئے ہے سر پر نہیں چڑھانا چاہئے۔ کیا کوئی گلاس میں تھو کے گا؟ ہرگز نہیں۔ تم نے یہ طریقہ نکالا ہے گلاس تھوکنے کے لئے نہیں ہے پانی پینے کے لئے ہے اور اُگالداں صرف تھوکنے کے لئے ہے۔ اب بتاؤ کہ گلاس پینے کے لئے کس نے بنایا ہے؟ کہا انسان نے۔ اور اُگالداں تھوکنے کے لئے کس نے بنایا ہے؟ کہا انسان نے۔ انسانی بناوٹ کا اتنا خیال کہ اگر پینے کے لئے بنایا تو تھوکیں گے نہیں۔ اگر اُگالداں تھوکنے کے لئے بنا ہے تو اس میں پانی پینے کے نہیں۔ ارے خدا کی تخلیق کا اتنا بھی خیال نہیں کہ تم کس لئے ہو۔

اللہم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضیٰ بان تصلىٰ علیہ

**عقل والوں پر پابندی :** رب تبارک و تعالیٰ یہ ارشاد فرما رہا ہے کہ تمہیں صرف عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور تمہیں آزاد نہیں چھوڑا گیا ہے۔ تمہیں پابند کیا گیا ہے کہ تم صرف میری ہی عبادت کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ تمہیں دوسرے کام کے لئے پیدا ہی نہیں کیا گیا۔ آپ کہیں گے کہ ہم تو عقل والے ہیں۔ ہم کو کیوں پابند کیا گیا؟ بے وقوفوں کو پابند کرنا چاہئے تھا۔ میں تو یہی کہہ رہا ہوں کہ تم عقل والے ہو اس لئے عقل والوں ہی کو پابند کیا جا رہا ہے۔ اگر تم بے وقوف ہوتے تو تم کو پابند نہ کرتا۔ اگر پاگل ہوتے تو نہ کرتا۔ اگر تم گم کردہ ہوش ہوتے تو نہ کرتا۔ عقل والوں ہی کو پابند کیا جاتا ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ جگہ کہیں کہیں یہ لکھا ہوا نظر آتا ہے کہ ”یہاں پیشاب کرنا منع ہے۔“ اگر وہاں گدھا پیشاب کر دیا تو اس پر کیا جرم لگائیں گے اور اس پر کس کورٹ میں مقدمہ چلائیں گے۔ اس کے بعد جب گدھا چلا گیا اور دو ٹانگ کا انسان پہنچا۔ یہ بھی بیٹھ کر پیشاب کرنے لگا اور جب وہ پیشاب کر کے واپس آیا تو کہا جائے کہ یہاں پیشاب کرنا منع ہے تم نے کیوں کیا؟ تو انسان اگر کہے کہ کیوں صاحب وہ گدھا تو پیشاب کر کے گیا اور مقدار میں میرے سے کہیں زیادہ کیا ہے اس وقت آپ نے کچھ نہ کہا، خواہ مخواہ مجھ پر کیوں بگڑنے لگے تو آپ یہ کہیں گے کہ اگر آپ بھی گدھے ہوتے تو ہم آپ پر بھی نہیں بگڑتے تھے۔ آپ انسان ہیں، پابندی انسان پر لگائی جاتی ہے۔ اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلى علیہ

معلوم ہوا کہ جتنا اپنے والا ہوتا ہے اتنی ہی اس پر ذمہ داری ہوتی ہے۔ عقل بڑی چیز ہے اس کی ذمہ داریاں بھی بڑی ہوتی ہیں۔ جب تک انسان کا فرتھا تو اس سے ایک بات کہی جاتی تھی اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

کلمہ شہادت پڑھ کر جب وہ مومن ہو گیا تو عقل بڑھ گئی اُس کو ایمان والی عقل آگئی اور مطالبات بڑھتے گئے۔ نماز پڑھو، روزہ بھی رکھو، حج بھی کرو، زکوٰۃ بھی دو۔ فرائض و واجبات بھی ادا کرو۔ معلوم ہوا کہ عقل بڑھ گئی تو ذمہ داریاں بھی بڑھ جاتی ہیں۔ جیسے جیسے درجات بلند ہوتے جائیں گے ذمہ داریاں بھی بڑھتی جائیں گی۔ انسانوں کی عقل جانوروں سے بڑھ گئی انسانوں کی پابندیاں بڑھ گئیں، مومن کی عقل اُس سے بڑھ گئی تو مومن کی پابندیاں بڑھ گئیں۔ ولی کی عقل اُس سے بڑھ گئی تو ولی کی پابندیاں بڑھ گئیں۔ ایسے ہی شہید کی عقل اُن سے بڑھ گئی، شہید کی پابندیاں بڑھ گئیں صدیق کی عقل اُس سے بڑھ گئی تو صدیق کی پابندیاں بڑھ گئیں اور صدیق کی عقل سے نبی کی عقل بڑھ گئی نبی کی پابندیاں بڑھ گئیں اور آخری نبی کی عقل ساری کائنات کے لوگوں سے بڑھ گئی تو اُن کی ذمہ داریاں بڑھ گئیں اُن کی بھی ذمہ داریاں بڑھتے چلی گئیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری کا یہ حال ہے کہ ساری کائنات اُن ہی پر نظر لگا رہی ہے۔ غوث بھی ہمیں چمپا کر انھیں کے دامن میں ڈال رہے ہیں۔ حضور شفیع المذنبین ﷺ نے اتنی بڑی ذمہ داری لے لی کہ شفاعتی لاهل الکبار اُمتی اپنے کالی کلمی کو اتنا وسیع کر دیا کہ ہر گناہ گار اُس میں پناہ لے رہا ہے۔

دائرہ اسلام میں آنے کے بعد شرعی احکام کا نفاذ :

جب تک قوم اسلام میں داخل نہیں ہوئی تھی اُس وقت تک صرف ایمان فرض تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا۔ لا الہ الا اللہ کہو فلاح پاؤ گے لا الہ الا اللہ کہو کامیاب ہو جاؤ گے لا الہ الا اللہ کہو تمہیں دُنيا و آخرت کی بھلائی مل جائے گی لا الہ الا اللہ کہو فائز المرام ہو جاؤ گے۔ بہت آسان نسخہ تھا لیکن جیسے ہی اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبده ورسوله کا اقرار کر کے

تو مدارہ اسلام میں داخل ہوئی تمام فرائض اسلام جاری ہو گئے۔ اُن سے کہا گیا ﴿اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ﴾ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ ﴿تصوموا﴾ روزے رکھا کریں۔ جب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے کچھ بھی نہیں کہا گیا تھا۔ جب اسلام میں داخل ہوئے فرائض واجبات اور دیگر اسلامی قوانین نافذ ہو گئے۔ شرعی پابندیاں عائد ہو گئیں کہ حرام مت کھاؤ، حرام لباس مت پہنو، شریعت کے خلاف بات مت سنو، جائز کام کرو اور حرام کاموں سے بچو۔ اسلام کہتا ہے کہ جب تم نے دین و دنیا کی بھلائی کے لئے اسلام کو قبول کیا ہے تو ایسا ہرگز نہ ہو کہ کسی قسم کی بھی کوئی محرومی حاصل ہو۔ سر سے پیر تک مسلمان ہو جاؤ کہ کوئی بھی، کہیں بھی، کسی حال میں بھی تمہیں دیکھے تو دیکھتے ہی سمجھ جائے کہ یہ مسلمان ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اُسے سوچنا پڑے کہ سلام کریں کہ نہ کریں۔ سر سے پیر تک مسلمان نظر آئے۔ تمہارا پیر بھی مسلمان نظر آئے۔ تمہارا قدم مسلمان نظر آئے۔ تمہاری زبان مسلمان نظر آئے۔ تمہارا دل و دماغ مسلمان نظر آئے۔ جب تم نے کلمہ پڑھ کر زبان کو مسلمان کر لیا ہے تو آنکھ کو بھی مسلمان کر لے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ نظر مسلمان ہو اور حرام چیزوں پر پڑے؟ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ کان مسلمان ہو اور حرام نغمات کو سنے؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ زبان مسلمان ہو اور حرام لقمہ کھائے؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ہاتھ مسلمان ہو اور رشوت و سود لے؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ پیر مسلمان ہو اور شراب خانہ و جوا خانہ کی طرف جائے؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ دل مسلمان ہو اور رسول ﷺ سے بغاوت کرے۔ اللہم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضیٰ بان تصلیٰ علیہ۔

جب مسلمان ہو چکے ہو تو آنکھ و کان کو بھی مسلمان بناؤ، ہاتھ و پیر کو بھی مسلمان بناؤ۔ مسلمان بننا ہو تو مکمل طور پر سر سے پیر تک مسلمان بن جاؤ۔

ہم عبادت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں : ہم صرف عبادت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اب آپ سوچیں گے بڑی مشکل میں پڑ گئے ہم صرف عبادت کے لئے ہیں تو اب صبح سے شام تک نفل پر نفل پڑھو..... تسبیح پر تسبیح چلاؤ..... اب تو کوئی کام ہی نہیں صرف مسجد میں بیٹھ جائیں اور اللہ اللہ کرتے رہیں تو ہماری تجارت کون دیکھے گا؟ دوکان پر کون بیٹھے گا؟ ہمارے یہ بچوں کی نگہداشت کون کرے گا۔ یہ ہمارے کاروبار حیات کی نگرانی کون کرے گا۔ کچھ لوگ عبادت کا ایسا ہی تصور پیش کرتے ہیں کہ سب کو چھوڑو اور چلو چالیس دن کی تبلیغ کے لئے۔ یہ عبادت کا وہ تصور ہے جو شیطان نے اُس کو سکھایا اسی چکر میں نہ دین ملے نہ دنیا ملے۔

عبادت کا محدود مفہوم : عبادت کا ایک محدود مفہوم ہمارے ذہن میں ہے۔ آپ سوچتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز یہ عبادت ہے۔ سال میں تیس دن روزہ رکھ لینا یہ عبادت؛ وقت مقررہ پر زکوٰۃ نکال دینا عبادت؛ صاحب استطاعت ہونے پر زندگی میں ایک بار حج کرنا عبادت۔ یہ تصور آپ کے ذہن میں ہے صحیح ہے۔ یہ عظیم عبادتیں ہیں ان چیزوں کے عبادت ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے مگر صرف یہی عبادت نہیں ہیں۔

عبادت کا وسیع مفہوم : مومن کی زندگی کا ہر لمحہ عبادت ہے۔ مومن کا اٹھنا عبادت؛ مومن کا بیٹھنا عبادت؛ مومن کا کھانا پینا عبادت؛ مومن کے لئے بچوں کی پرورش کرنا عبادت؛ مومن کا سونا جاگنا عبادت؛ ماں باپ کی خدمت کرنا عبادت؛ پڑوسیوں کا صحیح طور سے حق ادا کرنا عبادت؛ مومن کے لئے تجارت کرنا عبادت ہے۔ مومن کا ہنسنا بھی عبادت؛ مومن کا رونا بھی عبادت۔ مومن کی حرکت عبادت؛ مومن کا

سکون عبادت۔ شرط یہ ہے کہ مومن کا کوئی عمل اللہ تبارک و تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے بنائے ہوئے قانون کے خلاف نہ ہو یعنی تمہاری زندگی کا کوئی لمحہ اللہ و رسول کے بنائے ہوئے قانون کو مجروح نہ کر رہا ہو۔ ہر وقت خدا کی رضا اور اس کے رسول کا قانون مد نظر رکھو اور اس کے بعد تمہاری زندگی کا ہر لمحہ عبادت ہوگا۔ کام کرنے سے پہلے یہ سوچ لو کہ اس میں اللہ و رسول کی رضا ہے کہ نہیں۔ اتنا سوچ کر قدم بڑھاؤ تو قدم کا بڑھانا عبادت ہے۔ اللہ و رسول کے قانون میں ہنسو گے تو ہنسا عبادت۔ رو گے تو رونا عبادت۔ سو گے تو سونا عبادت۔ جا گے تو جاگنا عبادت۔ پوچھنا ہے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھو شب بھرت صدیق اکبر جا گے تو یہ جاگنا عبادت۔ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ و جہہ الکریم سو گئے یہ سونا عبادت۔ اللہم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد کما تحب و ترضی بان تصلی علیہ۔

اب آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ اے ایمان والو! تمہیں اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ تم ایسی بولی بولو کہ تمہاری بولی عبادت بن جائے۔ اے تجارت کرنے والو! ایسی تجارت کرو کہ تمہاری تجارت عبادت بن جائے۔ اے زراعت کرنے والو! ایسی زراعت کرو کہ تمہاری زراعت عبادت بن جائے۔ اے چلنے والو! اس رفتار سے چلو کہ تمہاری رفتار عبادت بن جائے۔ تم مومن ہو تمہیں رات و دن کی ڈیوٹی پر رہنا ہے تمہیں ایک وقت کی بھی فرصت نہیں ہے۔ تم مسجد کے بھی مومن ہو گھر کے بھی مومن ہو اسکول کے بھی مومن ہو۔ جلوت کے بھی مومن ہو خلوت کے بھی مومن ہو۔ تم مدرسہ میں بھی مومن ہو تم میدان میں بھی مومن ہو جہاں بھی ہو ایمان والے ہو۔ ایک لمحہ کے لئے بھی تمہیں فرصت نہیں ہے 24 گھنٹے کی ڈیوٹی کے لئے تم ہو۔ ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں راہ دکھائیں گے راہ روئے منزل ہی نہیں

دینے والا ہمارے ہر عمل کو عبادت بنا رہا ہے۔ میں اُس کے دینے کی بات کروں آپ نماز عشاء پڑھ لیں اور فجر کا اہتمام آپ کریں کہ مجھے فجر پڑھنا ہے فجر کا اہتمام کیا اور سو گئے فجر کا وقت ہو گیا فجر پڑھ لئے اور ظہر کا اہتمام کریں مگر ظہر کی نماز نہ چھوڑے ظہر تک ہر جائز کائی کرتے رہیں ظہر آئی پھر ظہر پڑھ لیا پھر عصر کا انتظام کیا اُس سے غافل نہ رہیں عصر پڑھ لیں اُس کے بعد مغرب کی نماز کا آپ ذہن بنائیں اب مغرب کا وقت آیا پڑھ لیجئے اُس کے بعد عشاء کا وقت آیا اُسے پڑھ لیں اس طرح سے جو ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے خیال میں رہتا ہے تو وہ پڑھتا ہے پانچ مگر لکھا جاتا ہے وہ چوبیس گھنٹے نماز میں ہے۔ بیوی بچوں کے ساتھ رہتا ہے مگر لکھا جا رہا ہے نماز میں ہے۔ اپنی دکان پر بیٹھا ہے مگر وہاں لکھا جا رہا ہے وہ نماز میں ہے۔ انتظارِ صلوٰۃ والی عبادت ایسی ہے جو طلوع کے وقت بھی ہے، غروب کے وقت بھی ہے، زوال کے وقت بھی ہے انتظارِ صلوٰۃ کا بھی ثواب ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں راہ دکھائیں گے راہ روئے منزل ہی نہیں

**نیت کا اجر :** نیت کا اتنا اجر ہوتا ہے کہ تم رات کو یہ سوچ کر کے سو جاؤ کہ ہمیں تہجد پڑھنی ہے۔ یہ نیت کر کے سو جاؤ اتفاق سے آنکھ نہیں کھلی، فجر کا وقت ہو جائے آپ نے فجر پڑھ لی تو ایسے آدمی کے لئے بھی تہجد کا ثواب دیا جاتا ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں راہ دکھائیں گے راہ روئے منزل ہی نہیں

دیکھو چیز ایک لو اور نیت بہت ساری لگا لو تو اتنا ثواب ملے۔ آپ نے کسی کو ایک روپیہ دیا یہ سوچ کر کے دیا کہ یہ میرا عزیز ہے۔ یہ میرا پڑوسی ہے اس لئے دے رہا ہوں بہت غریب ہے اس لئے دے رہا ہوں جتنے نیت آپ پڑھائیں گے اتنے ہی نیکیاں



آپ کو ملیں گی اس لئے تو کہا جاتا ہے نیت المومن خیر من العمل و نیت الکافر شر من العمل یعنی مومن کی نیت اُس کے عمل سے بہتر ہے اور کافر کی نیت اُس کے عمل سے بدتر ہے۔

انصاف کا تقاضہ کیا ہے؟ ایک آدمی جتنی غلطی کرے اتنی ہی سزا ملنی چاہئے اور جتنا آپ اچھا کام کریں اتنا ہی اجر ملنا چاہئے۔ آپ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک کافر جس نے ایک سال کفر کیا مثلاً وہ بھی جہنم میں اور سو سال کفر کرے جب بھی جہنم میں اور دیرھ سو سال کفر کرے جب بھی جہنم میں اور ہمیشہ کے لئے۔ یہ نہیں کہ یہ ایک منٹ کا کافر ہے، یہ دو منٹ کا کافر ہے۔ کفر کیا اور کفر کی سزا ہمیشہ جہنم میں۔

اسی طرح مومن کا بھی یہی معاملہ ہے۔ ایک سال کے عمل کے ساتھ چلے گئے وہ بھی جنتی اور جو دیرھ سو سال عمل کرتے رہے وہ بھی جنتی اور وہ بھی سب ہمیشہ کے لئے ہونا چاہئے۔ یہ عمل ہم نے اتنا نہیں کیا تو اتنا بڑا بدلہ کیسے؟ جب غلطی کرنے والے نے اتنی بڑی غلطی نہیں کی تو غلطی کی اتنی سزا کیسے؟ یاد رکھو سزا اور جزا یہ عمل کا نتیجہ نہیں ہے یہ نیت کا نتیجہ ہے۔ مومن کی یہ نیت ہے کہ ہمیشہ مومن رہوں اور یہی ہمیشہ رہنے کی نیت اُسے ہمیشہ کے لئے جنت دے دیتا ہے۔ کافر کی نیت یہ ہے کہ ہم ہمیشہ کافر رہیں رہیں گے تو اُس کی ہمیشہ کفر میں رہنے کی نیت ہمیشہ کے لئے جہنم میں رکھتی ہے۔ یہ نیت کا معاملہ ہی عجیب ہے۔ اچھی نیت کرو تو اجر ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں راہ دکھائیں گے راہ روئے منزل ہی نہیں ایک مشہور واقعہ کی طرف آپ کو لے چلوں جو لطائف اشرفی میں ہے، ایک بزرگ نے اپنے ایک خادم سے کہا کہ یہ کھانا لے جاؤ، دریا کے اُس پار ایک درویش رہتے ہیں اُن کو کھلا آؤ۔ خادم نے عرض کیا کہ حضور ررات کا وقت ہے دریا ہے کیسے جائیں گے۔

بزرگ نے کہا کہ دریا سے کہہ دینا میں ایک ایسے فقیر کی بارگاہ سے آیا ہوں جو آج تک اپنی بیوی کے قریب ہی نہیں گیا ہے۔ خادم سوچنے لگا کہ حضرت تو صاحبِ اولاد ہیں، کیا بات کرنے لگے ہیں..... خادم نے یہ اعتراض بھی نہیں کیا کہ حضرت دریا پر آپ کا تصرف کیسے؟ خادم جانتا تھا کہ یہ اللہ کے ولی ہیں اور ولی کی حکومت دریاؤں پر بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری خلقت پر ہوتی ہے۔ بہر حال خادم نے دریا سے یہی کہا تو دریا نے راستہ دے دیا یہ چلے گئے دریا پھر برابر ہو گیا۔ درویش کے سامنے کھانا رکھا اور انہوں نے اُس کے سامنے پوری پلیٹ صاف کر دی۔ خادم کہنے لگا کہ حضور پلٹیں گے کیسے؟ آنے کے لئے راستہ مل گیا تھا۔ درویش نے کہا کہ دریا سے کہہ دینا میں ایک ایسے فقیر کے پاس سے آیا ہوں کہ جس نے آج تک زندگی میں ایک لقمہ کھایا ہی نہیں۔ خادم نے دل ہی دل میں کہا کہ میرے ہی سامنے پوری پلیٹ صاف کر دیا گھر میں جا کر کھالیا ہوتا تو شاید مجھے بھی شبہ ہوتا کہ رکھ دیا ہوگا۔ بہر حال وہاں کچھ نہیں کہا چپکے سے چلے آئے دریا سے وہی کہا۔ دریا نے راستہ دے دیا۔ خادم بزرگ کے پاس پہنچ کر معروضہ پیش کیا کہ نہ آپ کی بات سمجھ میں آئی نہ اُن کی بات سمجھ میں آئی۔ آپ بیوی کے پاس نہیں گئے تو صاحبِ اولاد کیسے؟ اور انہوں نے تو پلیٹ میرے ہی سامنے صاف کر دی اور کہا ایک لقمہ بھی نہیں کھایا۔ بزرگ نے کہا کہ تم ہم فقیروں کی زبان کو نہیں سمجھتے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ہم بیوی کے پاس گئے تو اپنی نفسانی خواہش کے دباؤ میں نہیں گئے۔ اپنے نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے نہیں گئے اس ثبوت سے گئے کہ یہ اللہ کے رسول کی سنت ہے..... اور اُس نے جو لقمہ اُٹھایا اپنے نفس کو مونا کرنے کے لئے نہیں اُٹھایا بلکہ اس لئے اُٹھایا تاکہ خدا کی عبادت کی طاقت رہے اُس کا لقمہ اُٹھانا بھی عبادت ہے میرا بیوی کے پاس جانا بھی عبادت۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں راہ دکھائیں گے راہ روئے منزل ہی نہیں

**مروجہ اعمال اور عبادات :** مسلمان کا ہر عمل اور ہر حرکت قرآن و سنت، اعمال صحابہ، اجماع اُمت اور اصول دین یعنی شریعت کے مطابق ہو تو وہ عبادت ہے۔ دینی کام اس کو کہتے ہیں جس پر ثواب ملے۔ دُنیا کا کوئی بھی کام نیت خیر سے کیا جائے تو اُس پر بھی ثواب ملتا ہے۔ تمام اعمال کا تعلق دین سے ہی ہے مسلمان کا کوئی عمل دین سے خارج نہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ مسلمان سے خندہ پیشانی سے ملنا اور راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا صدقہ کا ثواب رکھتا ہے۔ نیت خیر سے اپنے بچوں کو پالنا بھی ثواب رکھتا ہے۔ کسب حلال، اولاد کی پرورش، ازدواجی زندگی گزارنا، غسل کرنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سونا، بیت اللہ جانا، راستہ چلنا، ملاقات و گفتگو کرنا، دین کی فکر و سوچ، یہاں تک کہ جو قلمہ اپنی زوجہ کے منہ میں دے وہ بھی ثواب۔ لہذا مسلمان کا ہر دُنیاوی کام بھی دینی ہے۔

**حکایت :** کسی بزرگ کے مرید نے ایک گھر تعمیر کیا پھر اپنے شیخ کو اُس گھر میں دعوت دی جب وہ بزرگ تشریف لائے تو انھوں نے دریافت کیا کہ مکان میں تم نے کھڑکیاں اور روشن دان کیوں رکھے ہیں؟ مرید نے جواب دیا تاکہ اُن سے ہوا اور روشنی آسکے بزرگ فرمانے لگے یہ تو ایک ظاہری بات ہے ان چیزوں کو تو حاصل ہونا ہی ہے لیکن مناسب یہ تھا کہ تم اصل میں ان کھڑکیوں کے لگاتے وقت یہ نیت کرتے کہ ان سے اذان کی آواز سُنائی دے گی تو اس سے تمہیں ثواب بھی حاصل ہوتا، روشنی اور ہوا تو خود بخود آسکتے تابع ہو کر مل جاتی۔ الغرض نیت خیر سے ایصال ثواب کے لئے گیا رہو، بارہویں کا اہتمام کرتے ہوئے غربا و فقراء کو کھانا کھانا بھی بہت عظیم ثواب ہے۔ غرض کہ مسلمان کے سارے اعمال دین کے مطابق ہوں تو عبادت ہے۔

اور یہی اعمال اصول دین کے خلاف یہود و نصاریٰ کفار و مشرکین کی تقلید میں ہوں تو بدعت، خلاف سنت اور حرام قرار دیئے جائیں گے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں راہ دکھائیں گے راہ روئے منزل ہی نہیں

رحمت الہی بہانہ چاہتی ہے : اللہ کی رحمت دولت نہیں چاہتی بہانہ چاہتی ہے۔ اس کا ایک منظر تو میں یہاں کا پیش کروں گا اور دو منظر قیامت کے۔ بنی اسرائیل کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص ننانوے انسانوں کا قاتل تھا۔ اُس کے دل میں توبہ کا ذوق پیدا ہوا کہ توبہ کرنی چاہئے۔ ایک شخص کے پاس پہنچا اور کہا کہ ہم کو توبہ کراؤ۔ اُس شخص نے کہا کہ تیری کیا غلطی ہے؟ کہنے لگا کہ ننانوے انسانوں کا میں نے قتل کیا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ شخص کہنے لگا کہ تیری توبہ قبول ہی نہیں ہوگی۔ خدا کی رحمت سے مایوس کر دیا کہ توبہ قبول نہیں ہوگی۔ مایوسی کی حالت میں اُس نے سوچا کہ جب توبہ قبول ہی نہیں ہوگی تو (۹۹) کیوں (۱۰۰) پورے کر لوں لہذا کیا فرق پڑتا ہے اُس کو بھی صاف کر دیا جائے۔ کئی دنوں بعد دل میں پھر خیال آیا کہ ہم تو آئے تھے توبہ کے لئے مگر ایک اور بڑھا دیا۔ اُس کے ایک دوست نے مشورہ دیا کہ فلاں بزرگ کے پاس جاؤ وہ توبہ کرا دیں گے۔ اب وہ اپنے گھر سے توبہ کا سچا ارادہ کر کے نکلا لیکن بچ راستے میں ہی تھا کہ ملک الموت کو حکم ہو گیا کہ اُس کی رُوح نکال لے۔ اب عذاب کے فرشتے بھی آرہے ہیں اور رحمت کے فرشتے بھی آرہے ہیں۔ رحمت کے فرشتے کہتے ہیں اللہ العالمین کا ہم کو حکم ہوا ہم اُس کی رُوح کو لے کر جاتے ہیں اس لئے کہ یہ توبہ کے ارادہ سے نکلا ہے۔ عذاب کے فرشتے کہتے ہیں اے اللہ ہمیں حکم ہوا ہے ہم لے کر چلتے ہیں قدم تو نکالا تھا مگر ابھی توبہ نہیں کی۔ کہا اے فرشتو! زمین کی پیمائش

تو کروادھر سے قریب ہے یا ادھر سے۔ تو بہ والی منزل سے قریب ہے یا گھر سے قریب ہے۔ عذاب والے ادھر لگ گئے اور رحمت کے فرشتے ادھر سے لگ گئے یہ تو پیمائش تھا۔ خدا کی مصلحت تو دیکھو وہاں حکم الہی زمین کو ملا کہ اے زمین اس کو تو بہ کے گھر کے قریب کر دے بڑی امید سے نکلا تھا مایوس نہ ہونے دوں گا۔ اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیہ

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں راہ دکلائیں گے راہ روئے منزل ہی نہیں اب میدان قیامت کا منظر بھی یہیں آپ کے سامنے آئے گا دو واقعے صرف اشارۃً۔ بڑا مشہور واقعہ ہے کہ ایک شخص کے پاس صرف ایک نیکی کی تھی تو سوچا ایک ہی کی کمی ہے کہیں سے مل جائیگی۔ مہلت لے لیا کہ اے خدا مجھے مہلت دے دے میں کہیں سے لے لوں گا۔ ایک نیکی نہیں مل رہی ہے تو باپ کے پاس گیا۔ باپ نیکی دینا تو بڑی بات وہ تو پہچانا بھی نہیں کہ یہ تو میرا بیٹا ہے۔ سینے سے چمٹا کر رکھنے والی ماں وہ بھی نہیں پہچانے گی ایک نیکی دینے میں سب نفسی نفسی میں لگے ہوئے ہیں۔ دُنیا کی جن محبتوں نے تمہیں آخرت سے غافل کر رکھا تھا وہ ساری محبتیں قیامت میں رُسوا ہو گئیں نہ ماں کی محبت نہ باپ کی شفقت۔ بہر حال وہ آسان سمجھتا تھا مرحلہ مشکل ہوتے چلے جا رہا ہے ایک دوست اُسے ملا جو خدا کی راہ میں ایک دوست کی مدد کرنے کے لئے دوتی کی تھی اُسے پوچھا تو کیوں پریشان ہے؟ کہا اے دوست مجھے ایک نیکی کی ضرورت ہے اور کوئی دینے والا نہیں۔ دوست کہتا ہے تجھے ایک نیکی کی ضرورت ہے اور میرے پاس تو ایک ہی نیکی ہے۔ تجھے ایک کی ضرورت اور میرے پاس ایک ہی ہے۔ جب تجھے ایک نہیں مل رہی تو مجھے اور کیا ملے گی لہذا یہ ایک نیکی بھی لے لے تاکہ تیری نجات ہو جائے۔

یہ بندے نے دوسرے بندے کی نجات کا تصور تو پیدا کیا۔ رحمت حق نے آواز دیا جب ایک بندہ اتنا بڑا بندہ نواز ہے تو رحمت حق نے حکم دے دیا اے فرشتو ! دینے والا بھی بنتی اور لینے والا بھی جنتی۔ اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیہ

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں راہ دکلائیں گے راہ روئے منزل ہی نہیں ایسے ہی قیامت میں دو انسانوں سے حکم الہی ہوگا کہ جاؤ جہنم میں۔ ایک دوڑتا ہوا جائے گا ایسے دوڑے گا کہ جنت میں جا رہا ہے بڑی تیزی سے جا رہا ہے ..... اور ایک جاتا ہے اور پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتا ہے۔ حکمت کو ظاہر کرنے کے لئے رب تبارک و تعالیٰ فرشتوں کو بھیجتا ہے۔ اُس سے پوچھو جو دوڑتا ہوا جا رہا ہے جہنم میں جا رہا ہے۔ فرشتوں نے پوچھا تو اُس نے کہا: اے فرشتو ! میں وہ بد نصیب انسان ہوں جس نے دُنیا میں رب کا کوئی حکم نہیں مانا اب یہ اُس کا آخری حکم ملا کہ جاؤ جہنم میں۔ اب وہ مجھے کوئی حکم نہیں دے گا، تو میں یہ سوچتا ہوں کہ اسے جلدی سے مان لوں، چاہے جہنم میں جاؤں، کم از کم اس آخری حکم کی تعمیل ہو جائے۔ فرشتوں نے دوسرے شخص سے پوچھا کہ تو آہستہ آہستہ کیوں جا رہا ہے تو اُس نے کہا کہ میں پیچھے مڑ مڑ کے دیکھتا ہوں کہ کہیں رحمت پکار تو نہیں رہی ہے، آواز تو نہیں دے رہی ہے۔ بہر حال ایک شخص کو تعمیل حکم کا جذبہ آیا، اور دوسرے کو رحمت کا جذبہ آیا ہے۔ رب نے حکم دیا کہ فرشتو ! اب ان دونوں کا رخ موڑ دو۔ اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیہ

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں راہ دکلائیں گے راہ روئے منزل ہی نہیں

☆☆☆ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی تمام انبیاء کی دعوت ہے : اللہ تعالیٰ نے اعلان توحید کی ترویج اور اشاعت کے لئے اپنے نبیوں اور رسولوں کے بھیجنے کا سلسلہ جاری کیا اور ہر نبی نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُولٍ إِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اِنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِیْ﴾ (الانبیاء، ۲۵)

اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔

توحید کی یہ دعوت کوئی انوکھی دعوت نہیں ہے بلکہ نبوت و رسالت کا سلسلہ جب سے شروع ہوا ہے اور جو حضرات اس منصب پر فائز ہوئے ہیں سب نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنے اپنے قبیلوں اور قوموں کو یہی دعوت دی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے زمانے میں اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی۔ قرآن مجید میں ان کی دعوت حق کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرِهٖۚۚۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ﴾ (الاعراف/۵۹)

بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک مجھے تم پر بُرے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی طرف بھیجا اور انھوں نے بھی اپنی قوم سے کہا کہ ایک خدا کو مانو اور اسی کی عبادت کرو ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا۔

﴿وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًاۙ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرِهٖۚۚۚ اِنْ اَنْتُمْ مُّقْتِرُوْنَ﴾ (ہود/۵۰)

اور عاد کی طرف (ہم نے) اُن کے مشفق ہم قبیلہ ہود کو (بھیجا) انہوں نے فرمایا اے میرے (مخاطب، مشرک) لوگو! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ نہیں ہو تم مگر (اللہ پر شریک کا) بہتان باندھنے والے۔

حضرت صالح علیہ السلام قوم شود کی طرف مبعوث ہوئے۔ انھوں نے بھی اپنی قوم کو کلمہ حق کی دعوت دی اور قوم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کیوں کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔

﴿وَالِیٰ تَمُوْدَ اَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ یَقُوْمُ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُهٗ ۚ قَدْ جَاءَ تَکْمَ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ ۚ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَکُمْ اٰیَةٌ فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسَوْءٍ فَعِیْلًا خُذْکُمْ عَذَابُ الْاَلَمِ﴾ (الاعراف/ ۷۳) اور قوم شود کی طرف ان کی برادری سے صالح علیہ السلام کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک تمہارے پاس رب کی طرف سے روشن دلیل آئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اوٹنی ہے تمہارے لئے نشانِ تُو اُسے چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھانے اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ کہ تمہیں دردناک عذاب آئے گا۔

حضرت شعیب علیہ السلام مدین کی طرف اللہ تعالیٰ کے پیغمبر مبعوث ہوئے۔ انھوں نے بھی اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی ہے ان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے : ﴿وَالِیٰ مَدَیْنِ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ۚ قَالَ یَقُوْمُ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُهٗ ۚ وَلَا تَنۡقُصُوا الْمِکۡتَالَ وَالْمِیۡزَانَ ۚ اِنِّیۡۤ اَرۡکُمۡ بِخَیۡرٍ وَّلَیۡنِیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَۡوۡمٍ مُّحِیۡطٍ﴾ (ہود/ ۸۴) اور مدین کی طرف اُن کے ہم قوم شعیب علیہ السلام کو بھیجا (آپ نے) کہا اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو بے شک میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں اور مجھے تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بت پرست قوم کو ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی ہے ﴿وَاٰتِیٰہِیۡمۡ اِذْ قَالَ لِقَوۡمِہٖۤ اَعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ۚ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمْ تَعْلَمُوۡنَ ۚ اِنَّمَا تَعْبُدُوۡنَ مِنْ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَتَخْلُقُوۡنَ



إِنَّا لِلَّهِ نَسْتَغْفِرُكَ مِنَ الذُّنُوبِ لَا يَمْلِكُونَ لَكَ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ  
الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۖ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿١٦٧﴾ (الکہد، ۱۶۷-۱۷۰) اور ابراہیم  
کو یاد کرو جب آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اس  
میں تمہارا بھلا ہے اگر تم حقیقت جانتے ہو، تم اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کو پوجتے ہو اور نرا جھوٹ  
گڑھتے ہو۔ بیشک وہ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو، تمہاری روزی کے کچھ مالک  
نہیں، تو اللہ تعالیٰ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی بندگی کرو اور اس کا احسان مانو،  
تمہیں اس کی طرف پھرنا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا اور کوئی خدا تلاش کروں  
حالانکہ اس نے تمہیں سارے جہانوں پر فضیلت دی ہے۔

﴿قَالَ أَغَيَّرَ اللَّهُ أَبْنِيَكُمْ إِلَهًُا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ (الاعراف، ۱۴۰)

قوم موسیٰ کو جب فرعون سے نجات ملی اور وہ صحرائے سینا میں آئی تو وہاں انھوں نے ایک بت  
پرست قوم کو دیکھا جو بت بنا کر پوجتی تھی تو اس پر انھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے  
موسیٰ علیہ السلام ہمارے لئے بھی ایک خدا بنا دو، تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ  
کیا میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمہارے لئے کوئی اور معبود تلاش کروں یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا اور  
کوئی سچا معبود نہیں، اور میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو سر بلند کرنے کے لئے آیا ہوں، اس لئے  
اس توحید پر قائم رہو جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت دی ہے۔ اپنے مسلک کی بڑی زوردار  
دلیل پیش فرمائی کہ میں اپنے خالق حقیقی کے سوا کسی غیر کی عبادت نہیں کرتا۔ فرمایا کہ انسان  
اشرف المخلوقات ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کو چھوڑ کر کسی اور شے کو اپنا معبود  
بنا لے جو مرتبہ میں اس سے کہیں حقیر اور کم تر ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانے میں اپنے ساتھیوں کو ایک خدا کی عبادت کی  
تلقین فرمائی۔ قرآن پاک میں آپ کی اس دعوت کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

﴿يُصَاحِبِي السَّجْنَءَ أَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءَ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنْ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (يوسف ۳۹-۴۰) اے میرے قید خانہ کے دونوں ساتھیو! کیا تجداجد رب اچھے یا ایک اللہ جو سب پر غالب۔ تم اس کے سوا نہیں پوجتے مگر زے نام جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے تراش لئے ہیں اللہ نے اُن کی کوئی سند نہ اتاری حکم نہیں مگر اللہ کا اُس نے فرمایا کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہ سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی بنی اسرائیل کو ایک خدا کو معبود بنانے کی دعوت دی۔ ان کی دعوت حق کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے۔

﴿وَقَالَ الْمَسِيحُ بَنِي إِسْرَائِيلَ اغْبُدُوا لِلَّهِ رَبِّي وَرَبُّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَزَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ (المائدہ ۷۲) اور مسیح نے تو یہ کہا تھا اے بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے بیشک جو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائی اِلٰہہ مانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا یٹا کہتے تھے۔ عیسائیوں کی بلواس خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف ہے (عیسائیوں میں یعقوبیہ اور مکاشیف فرقہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کہتا تھا یہ لوگ حلول الوہیت کے قائل تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام میں الوہیت ایسی سرایت کی ہوئی ہے جیسے پھول میں رنگ و بو اسی طرح شیعوں میں نصیریہ فرقہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا کہتا ہے ان کا مطلب بھی یہی ہے) عیسائیوں کے دعویٰ کا بطلان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کرایا جا رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ کون اللہ؟ جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا

بھی رب ہے۔ رب کا معنی ہے آہستہ آہستہ کسی چیز کو اس کی استعداد کے مطابق نقص سے کمال کی طرف، کمزوری سے قوت کی طرف پہنچانے والا۔ تو جب وہ مجھے مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے تو پھر میں خدا کیسے ہو سکتا ہوں۔ خدا تو وہ ہے جو ہر نقص اور کمی سے پاک اور منزہ ہو۔ وہ کسی کے پاک کرنے اور منزہ کرنے کا محتاج نہیں ہوتا۔

اگر تم مجھے خدا سمجھو گے تو شرک کا ارتکاب کرو گے اور جو شرک کرتا ہے وہ ظلم کرتا ہے اور اس روز ظالم کی امداد نہیں کی جائے گی اور میں بھی تم سے دست بردار ہو جاؤں گا۔

حضور سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی ہے ﴿قُلْ إِنَّمَا آتَيْنَا بَشَرًا مِّثْلَكُمْ يُؤْخَىٰ إِلَيْنَا إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ (کہف: ۱۱۰)

(اے پیکرِ رعنائی و زیبائی) آپ فرمائیے کہ میں بشر ہی ہوں تمہاری طرح، وحی کیجیاتی ہے میری طرف کہ تمہارا معبود تو صرف ایک معبود ہے۔ تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو تو اُسے چاہئے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔ (اس آیت کریمہ کی تفسیر کے لئے خزائن العرفان، اور نور العرفان، دیکھیں)

ان تمام آیات قرآنی سے معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضور سید المرسلین رحمۃ اللعالمین ﷺ تک سب نبیوں اور رسولوں نے اہل دنیا کو اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی کی دعوت دی ہے۔

**عبادت کے معنی :** عبادت کے معنی انتہاء تذلیل اور غایت خضوع کے ہیں یعنی انسان اپنے آپ کو کسی کے سامنے ذلت و پستی کے اس آخری درجے میں سمجھے کہ جس کے بعد عاجزی اور ذلت کا کوئی درجہ ہی نہ ہو۔ اس قسم کی عاجزی کرنے والا عابد ہے اور ایسی عاجزی عبادت ہے۔ عبادت کا تعلق نہ تو مافوق الاسباب امور سے ہے اور نہ عابدانہ اسے بلکہ اس کا تعلق محض اعتقاد سے ہے اور ظاہر ہے ایسی عاجزی اور ایسی ذلت و پستی کا اظہار اس ہستی کے

لئے کیا جاسکتا ہے جس کے متعلق صفات مستقلہ کا اعتقاد رکھا جائے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتی ہیں خود بخود اُس میں موجود ہیں کسی نے اُس کو کوئی صفت دی نہیں اور یہ صفات ذاتیہ استحقاق عبادت کا مناط و مدار ہیں۔ ان صفات ذاتیہ کا کسی میں ثابت کرنا استحقاق عبادت والوہیت کا ثابت کرنا ہے اور جو صفت استحقاق عبادت کا مناط ہے خواہ وہ علم ہو یا قدرت تصرف ہو یا خالقیت اس کا ذاتی اور مستقل ہونا ضروری ہے ورنہ افراد ممکنات کا مستحق عبادت ہونا لازم آئے گا کیونکہ عطائی، غیر مستقل، حادث صفات، افراد مخلوقات میں پائی جاتی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ استحقاق عبادت کے لئے صفات مستقلہ لازم ہیں اور صفات مستقلہ کے لئے استحقاق عبادت لازم ہے۔ کسی کو مستحق عبادت کہنا اس کے لئے استقلال ذاتی کو ثابت کرنا ہے اور کسی کو مستقل بالذات ماننا مستحق عبادت قرار دینا ہے۔

اسلام میں عبادت کا تصور: عبادت کا لفظ دُنیا کے ہر مذہب میں موجود ہے۔ ہر مذہب کے بانی نے اپنے پیروں کو عبادت کا حکم دیا اور اس کا طریقہ بھی ہر مذہب نے علیحدہ علیحدہ مقرر کیا ہے، لیکن عبادت کی جو حقیقت و تشریح اسلام نے کی ہے وہ ایسی ہے جس کو معلوم کر کے ہر سلیم العقل اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ واقعی عبادت یہ ہے اور دیگر مذاہب نے جو عبادت کا طریقہ اور تشریح کی ہے کہیں تو وہ نامکمل ہے اور کہیں اس کی روح ہی مفقود ہے اور کہیں ایسے کاموں کو عبادت میں شمار کر لیا ہے جو فطرتاً و عقلاً عبادت ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے ہیں۔ عرب کی عبادت یہ تھی کہ دنیا کے عیش و آرام اور اس کی لذتوں کو چھوڑ کر جنگل اور ویرانوں میں بیٹھ جاؤ اور دُنیا سے قطع تعلق کر کے مجرد زندگی بسر کرو..... یہودی عبادت یہ تھی کہ ہفتہ کے دن چھٹی کی جائے اور اس دن کوئی کام نہ کیا جائے، اس کے علاوہ جب کبھی انھیں موقع ملتا بتوں کے سامنے سر جھکا لیتے۔ عیسائیوں کی عبادت حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہا السلام کی تصویروں اور مجسموں کو پوجنا اور اپنے جسم کو سخت تکالیف پہنچانا تھا۔ انھوں نے اپنے جسم کو تکلیف پہنچانے کے بہت سے سخت طریقے ایجاد کر لئے تھے اور اس کا نام انھوں نے عبادت رکھ لیا تھا۔

یونانی اپنے بادشاہوں کے مجسموں اور ستاروں کے پیکل کے پجاری تھے۔  
روم و ایشیا کو چک، یورپ، امریکہ، مصر، بربر، حبشہ وغیرہ عیسائی ملکوں میں حضرت مریم  
وعیسیٰ علیہما السلام کی مورتیوں کو پوجا جاتا تھا۔

زردشت کی مملکت میں آگ کی پرستش کی جارہی تھی۔ ہندوستان سے لے کر  
کابل و ترکستان تک اور چین سے جزائر ہند تک بدھ کی مورتیوں، سادھیوں اور سونگھی جلی  
ہڈیوں کی راکھ کی پوجا ہوتی تھی۔ چین کے کشفش اپنے باپ دادا کی مورتیوں کے آگے  
خم تھے خاص ہندوستان میں سورج لنگا اور تاروں کی عبادت ہوتی تھی۔

غرض کہ یہ تھا دنیا کے مذاہب اور اس کے پیروں کی عبادت کا مختصر نقشہ۔ ایسے وقت  
میں جب کہ دنیا پتھروں، درختوں، جانوروں، دیوتاؤں اور سیاروں کی پرستش کر رہی تھی اور  
ساری کائنات خدائے واحد کو چھوڑ کر آسمان سے زمین تک کی مخلوقات کو پوجھ رہی تھی۔  
ایک بے آب و گیاہ ملک کے گوشہ سے یہ آواز آئی ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمْ﴾ اے  
لوگو! اللہ واحد کی پرستش کرو۔ اسی ایک اکیلے خدا کی عبادت، عبادت ہے اور مخلوق کو پوجنا اور  
غیر اللہ کی پرستش کرنا عبادت نہیں، جہالت ہے۔

معلوم ہے کہ یہ آواز دینے والا اور مخلوق کو خدائے واحد کی پرستش کی تلقین کرنے والا کون تھا؟  
ہاں یہ وہی تھے جن کے متعلق عامر ابن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی تھی واللہ لولا  
انت ما احدثنا ولا تصدقنا ولا صلينا قسم بخدا اگر آپ نہ ہوتے تو نہ ہم راستہ  
پاتے نہ خیرات کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔ گویا اس شعر میں حضور نبی کریم ﷺ کے  
احسان کا اظہار کیا گیا ہے کہ یہ آپ ہی کی تعلیم تھی جس نے نہ صرف اہل عرب کو بلکہ ساری  
کائنات کو عبادت کے صحیح طریقوں سے آشنا فرمایا۔ اگر آپ کی ذات ستودہ صفات نہ  
ہوتی تو آج سارے جہاں کے انسانوں کی پیشانیاں غیر اللہ کے سامنے جھکی ہوئی ہوتیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کا پہلا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے دنیا کو عبادات کا اصل مفہوم بتایا

اور کائنات کے معبودوں (عبادت گاہوں) سے تمام باطل معبودوں کو باہر نکال کر پھینک دیا اور خدا کے سامنے تمام مخلوقات کی گردنیں جھکا دیں اور صاف اعلان فرمادیا ﴿اعبدوا و بکم﴾ صرف ایک خدا کو پوجو اسی کو پوجنا اسی کی پرستش کرنا عبادت ہے۔ پھر آپ نے عبادت اور اس کا صحیح طریقہ پیش کیا اور بتایا عبادت کے لئے کسی خارجی رسم کی ضرورت نہیں ہے۔ آگ جلانا، مورتیوں کے سامنے رکھنا، گھنٹوں اور ناقوسوں سے عبادت کو دلکش و دلغریب بنانا، ساز و ترنم اور جرس وغیرہ حتیٰ کہ کسی خاص لباس کی بھی قید نہیں ہے اور ان تمام غیر ضروری رسوم سے اسلام کی عبادت پاک ہے۔ اسلام کی عبادت کے لئے تو صرف پاک لباس جو ستر پوشی کر سکے، پاک جسم اور پاک دل کی ضرورت ہے۔

ہر مذہب نے اپنی عبادت کو اینٹ چونے کی چار دیواری میں محدود کر دیا ہے۔ بت خانوں سے باہر اور آتش کدوں سے الگ ان کے ہاں کوئی عبادت نہیں ہے لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے دنیا کو بتایا کہ کائنات کا ہر حصہ معبود (عبادت کی جگہ و مقام) ہے اور زمین کا ہر گوشہ عبادت خانہ ہے۔ تم کہیں بھی ہو، سمندر میں یا خشکی میں، ہوا میں یا زمین پر، ہر جگہ کارزار میں یا ریل و جہاز میں، ہر جگہ خداوند قدوس کی عبادت کر سکتے ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ نے مجھے بعض ایسی خصوصیتیں عطا فرمائی ہیں جو پہلے پیغمبروں کو نہیں دی گئیں۔ جعلت لی الارض مسجداً روئے زمین کو میرے لئے مسجد گاہ بنایا گیا ہے۔ یعنی سمندر میں، ہوا میں، خشکی میں، تری میں، ہر جگہ مسلمان اپنے رب کے سامنے مسجد رہ رہ سکتا ہے اور کسی بھی عذر شرعی کی وجہ سے مسجد کے علاوہ بھی عبادت کر سکتا ہے کیونکہ ﴿ادعونی استجب لکم﴾ تم مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا۔ یعنی عرض حال کرنے کے لئے کسی بت، کسی مجسمہ کی ضرورت نہیں ہے۔ تم جس مکان میں، زمین کے جس گوشہ میں رب کو پکارو گے وہ جواب دے گا۔

بعض مذاہب میں مرغوب عبادت یہ تھی کہ اپنے نفس یا اپنی اولاد کو آگ میں جلا دیا، وریا میں ڈبو دیا، اور اسی طرح خدا کے حضور تقرب حاصل کیا جاتا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ

نے فرمایا 'بے وقوف۔ اس طرح اپنے آپ اور اپنی اولاد کو ہلاک کر دینا بھی کوئی عبادت ہے۔ جان دینی ہے تو سچائی کی حمایت میں کمزوروں کی مدد کے لئے دو' یہ عبادت ہے۔ اپنے ہاتھ سے خودکشی کرنا یہ عبادت نہیں ہے۔

اسی طرح عام خیال تھا کہ اپنے نفس کو تکلیف دینا یہ بھی عبادت ہے چنانچہ یونانی فلسفیوں میں اشرافیت، عیسائیوں میں رہبانیت، ہندوؤں میں جوگیت اسی نظریہ کا نتیجہ تھا۔ یہ لوگ گوشت نہ کھاتے، ننگے رہتے، ایک سال تک کسی مقام پر کھڑے رہتے، اہل و عیال دنیا کی نعمتوں کو چھوڑ کر تہجد، رہبانیت اختیار کرتے اور اس کو بہت بڑی عبادت سمجھتے تھے لیکن حضور رحمۃ العالمین تشریف لائے اور آپ نے فرمایا: لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا ما جعل علیکم فی الدین من حرج خدا کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا، اللہ نے تمہارے لئے دین میں تنگی نہیں کی ہے۔

خدا رب العالمین ہے۔ ماں باپ سے زیادہ بندوں سے محبت فرماتا ہے۔ وہ تمہاری ان مشقتوں سے خوش نہیں ہوتا اور نہ وہ ایسی بات کا حکم فرماتا ہے جو تمہاری وسعت قدرت اور اختیار میں نہ ہو۔ دنیا سے بالکل قطع تعلق کر لیتا اور دیرانوں میں جا کر تلاش حق کرنا عبادت نہیں ہے۔ لارہبانہ فی الاسلام اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

عبادت یہ ہے جس میں خالق و مخلوق دونوں کے حقوق کا لحاظ رکھا جائے، عزیزوں رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو، بیوی بچوں کے حقوق ادا کرو، یتیموں غریبوں بیکسوں کی امداد کرو، حلال کی روزی کماؤ، دنیا کی نعمتوں سے لذت حاصل کرو، عہدہ اور صاف کپڑے پہنو، اچھے اور پاک کھانے کھاؤ اور خدا کے حضور پاؤں وقت حاضر ہو جاؤ اور اللہ کے حقوق بھی ادا کرو یہی عبادت ہے اور یہی انسان کا کمال ہے۔ اسلام نے جو عبادت کا مفہوم پیش کیا ہے وہ دراصل ایک فطری چیز ہے جس کو سلیم طبیعت فوراً قبول کر لیتی ہے۔

بہر حال عبادت کے لغوی معنی عاجزی کے ہیں اور اصطلاح میں عبادت کے معنی یہ ہیں کہ کسی کو خدا سمجھ کر اس کے حضور عبودیت کا نذرانہ پیش کرنا اور اس کے احکام بجالانا یہ سمجھ

کر کہ یہ حکم خدا کا ہے۔ انسان کیسا بھی اچھا کام کرے اگر اس سے مقصود خدا کی خوشی اور اس کی اطاعت نہ ہو تو وہ ہرگز عبادت نہیں ہے اور نہ ہی اسلام کی تعلیم ہے۔ ﴿ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین﴾ میری نماز، میرا حج، میری موت اور زندگی سب خدا کے لئے ہے۔

اس سے معلوم ہوا مسلمان جو بھی نیک کام کرے اگر اس سے مقصود خدا کے حکم کی بجا آوری اور اس کو خوش کرنا ہے تو وہ عبادت ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **انما الاعمال بالنیات** اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت میں نیت اور اخلاص نہایت ضروری ہے۔ انسان کا ہر وہ کام جس سے مقصود خوشنودی خدا ہے عبادت ہے اور اگر اس کام سے مقصود شہرت اور ریاکاری ہے تو یہ عبادت نہ ہوگی کیونکہ جو عبادت غلوں نیت سے خالی ہو اس میں تقویٰ کہاں ہوگا اور عبادت کی غرض دعایت تقویٰ بھی ہے۔

تقویٰ انسان کے قلب کی وہ کیفیت ہے جس کی وجہ سے دل میں نیک کام کرنے کی امنگ اور برائیوں سے نفرت ہوتی ہے اور وہ کام خاص رب العزت جل مجدہ کی خوشنودی کے لئے کیا جاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا ﴿لعلکم تتقون﴾ یہ عبادت اس لئے ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ اسی حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ہی عبادت نہیں ہے بلکہ ہر وہ کام جس سے مقصود خدا کی رضا ہو وہ عبادت ہے مثلاً کسی شکستہ دل کی تسکین کے لئے تسلی و تشفی کی بات کرنا اور کسی گنہگار کو معاف کرنا بھی عبادت ہے چنانچہ ارشاد ہے ﴿قول معروف ومغفرة خیر﴾ اچھی بات کہنا اور معاف کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے سنا ہوا۔ اس آیت کی تشریح حضور نبی کریم ﷺ نے یوں فرمائی کل معروف صدقة تبسمك فى وجه اخيك صدقة واماطة الاذى عن الطريق صدقة الساعى على الارملة والمسكين كالمجاهد فى سبيل الله ہر نیک کام صدقہ ہے۔ کسی بھائی کو دیکھ کر اس کو خوش کرنے کے لئے مسکراتا، راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا بھی



خیرات ہے، یہ وہ غریب کی مدد کرنا، خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے برابر ہے۔ (بخاری)

اسی طرح لوگوں کے درمیان، بغض و فساد کے اسباب کو دور کرنا محبت پھیلانا بھی عبادت ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں روزہ نماز سے بڑھ کر درجہ کی چیز نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کی، فرمائیے یا رسول اللہ ﷺ، حضور ﷺ نے فرمایا: اصلاح ذات البین آپس کے تعلقات کا درست رکھنا۔

ان مثالوں سے واضح ہوا اسلام میں عبادت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مومن کا ہر کام عبادت ہے۔ اس کا سونا جاگنا کمانا تجارت کرنا وغیرہ سب ہی عبادت ہیں جب کہ اس سے مقصود اللہ رب العزت جل مجدہ کی خوشنودی اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنا ہو۔

**عبادت کے متعلق مودودی صاحب کا نظریہ :** مودودی صاحب کے نزدیک بہت پرستوں کا چلنا پھرنا سونا جاگنا اٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا بھی خدا کی عبادت ہے اور ان کی بت پرستی بھی اسی کی عبادت ہے۔ موصوف نے ’عبادت کا تصور‘ عنوان قائم کر کے اپنی تفہیمات کے صفحہ ۴۳ پر عبادت کی جو تشریح فرمائی ہے وہ یہ ہے:

’انسان خواہ خدا کا قائل ہو یا منکر‘ خدا کو سجدہ کرتا ہو یا پتھر کو‘ خدا کی کی پوجا کرتا ہو یا غیر خدا کی‘ جب وہ قانون فطرت پر چل رہا ہے اور اس قانون کے تحت ہی زندہ ہے تو لا محالہ وہ بغیر جانے بوجھے بلا عمد و احتیاج طوعاً و کرہاً خدا ہی کی عبادت کر رہا ہے۔ اسی کے سامنے سر بسجود ہے اور اسی کی تسبیح میں لگا ہوا ہے۔ اس کا چلنا پھرنا سونا جاگنا کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا سب اسی کی عبادت ہے‘

کیا مودودی صاحب یا دلدادگان مودودیت سے کوئی صاحب یہ بتا سکتے ہیں کہ مودودی صاحب سے پہلے بھی کسی نے اسلامی عبادت کی یہ تشریح کی ہے۔ کسی نے بت پرستوں کے سونے جاگنے چلنے پھرنے اور ان کے دیگر حرکات و سکنات کو خدا کی عبادت بتایا ہے؟ اگر کسی اور نے عبادت اسلامیہ کی یہ تشریح نہیں بیان کی تو اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے

کہ اسلامی عبادات کی یہ سن گھڑت تشریح ہے جس کے ذریعہ اغیار کی خوشنودی کے طلبگار ہیں۔  
اور عقیدہٴ باسلمان اللہ بابرہمن رام رام کے علمبردار ہیں۔

### عبادت و تعظیم میں فرق :

عبادت کے معنی معلوم ہونے کے بعد عبادت و تعظیم کا فرق معلوم ہو گیا۔ عبادت میں تعظیم بھی ہوتی ہے اور جس کی تعظیم کی جائے اس کی الوہیت اس کے واجب الوجود اور مستحق عبادت ہونے کا اعتقاد بھی ہوتا ہے۔ اور تعظیم میں یہ اعتقاد نہیں ہوتا، یعنی ہر عبادت تعظیم ہے مگر ہر تعظیم عبادت نہیں ہے لہذا غیر اللہ کی عبادت شرک ہے تعظیم شرک نہیں بلکہ جائز بلکہ بعض کی تعظیم فرض میں ہے مثلاً قرآن پاک کی انبیاء کرام علیہم السلام و ملائکہ کی تعظیم و توقیر۔ اور بعض کی تعظیم واجب ہے مثلاً والدین کی، بعض لوگ تعظیم و عبادت میں فرق نہیں کرتے یا ان کے مفہوم سے جاہل ہیں۔ جہاں وہ غیر اللہ کی تعظیم ہوتی دیکھتے ہیں ٹھٹھٹ شرک کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں، حالانکہ یہ بات بدیہی ہے کہ تعظیم کی وہی صورت شرک قرار دی جائے گی جس میں معظم کی الوہیت کا اعتقاد ہو۔ اس کے علاوہ تعظیم کی جتنی بھی صورتیں اور شکلیں ہیں ان میں سے بعض ناجائز و حرام تو ہو سکتی ہیں مگر شرک و کفر ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتیں، مثلاً قبر کو سجدہ کرنا، اور مقبور کی الوہیت اور واجب الوجود ہونے کا عقیدہ رکھ کر اس کے لئے صفات مستقلہ کو مان کر سجدہ کرنا شرک ہے لیکن اگر یہ اعتقاد نہ ہو اور پھر غیر اللہ کی تعظیم کی جائے۔ اس میں یہ تو ہو سکتا ہے کہ اس تعظیم کی کچھ صورتیں ناجائز و حرام ہوں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ مذکورہ بالا اعتقاد کے ساتھ تعظیم کی جائے وہ شرک قرار پائے۔ سجدہ ہی کو لے لیجئے، مطلقاً غیر اللہ کو سجدہ کرنا اگر شرک مان لیا جائے تو پھر (معاذ اللہ) تمام ملائکہ اور برادران یوسف علیہ السلام بھی مشرک قرار پائیں گے کیونکہ قرآن پاک نے یہ تصریح کی ہے کہ ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اور برادران یوسف علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا بلکہ یہ کہنا پڑے گا کہ خود اللہ تعالیٰ نے شرک کا حکم دیا (معاذ اللہ)۔

نظا ہر ہے کہ ملائکہ کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا اور برادران یوسف علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنا اور ان کو واجب الوجود جان کر سجدہ کرنا نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کی مخلوق سمجھ کر محض تعظیم کے لئے سجدہ تھا۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو تعظیم معظّم کی الوہیت اور واجب الوجود ہونے کے عقیدہ کے ساتھ نہ کی جائے وہ شرک ہرگز نہیں ہو سکتی۔

ہم اہل سنت و جماعت انبیاء کرام و بزرگان عظام کی تعظیم ضرور کرتے ہیں اُن سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں مگر انھیں اللہ نہیں مانتے اور نہ استقلال ذاتی اُن کے لئے ثابت کرتے ہیں اور نہ انھیں مستحق عبادت جانتے ہیں اور نہ واجب الوجود۔ لہذا ہم پر محض تعظیم کے جرم میں بدعقیدہ عناصر کا شرک کا فتویٰ دینا کسی بھی طرح درست نہیں کیونکہ ہم تعظیم کی ان صورتوں کو بھی نہیں اپناتے جو ناجائز و حرام ہیں اور جن کے ناجائز ہونے پر دلائل شرعیہ مل جاتے ہیں جیسے سجدہ تعظیمی، ہم اس کو حرام و ناجائز سمجھتے ہیں کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے غیر اللہ کے لئے سجدہ تعظیمی کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

### عبادت اور استعانت : ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔  
عبادت کے معنی اقصى غاية الخضوع والتذلل یعنی حد درجہ کی عاجزی اور اکساری --- مفسرین اس کی مثال سجدہ سے دیتے ہیں حالانکہ صرف سجدہ ہی عبادت نہیں بلکہ حالت نماز میں تمام حرکات و سکنات عبادت ہیں۔ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، رکوع اور رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہونا، سجدہ اور اس کے بعد حالت التیّات میں دو زانو بیٹھنا، سلام کے لئے دائیں بائیں منہ پھیرنا۔ یہ سب عبادت ہیں۔ اگر عبادت صرف تذلل و اکسار کے آخری مرتبہ کا نام ہے اور یہ

آخری مرتبہ سجدہ ہی ہے، تو کیا یہ باقی چیزیں عبادت نہیں؟ اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر یہ ساری چیزیں مطلقاً عبادت ہیں تو اگر کوئی شاگرد اپنے اُستاد کے سامنے اور بیٹا اپنے باپ کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھتا ہے یا ان کے آنے پر کھڑا ہو جاتا ہے تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ اُس نے اُستاد یا باپ کی عبادت کی اور اُن کو اپنا معبود بنالیا۔۔۔ حاشا وکلا۔۔۔ بھروسہ کون سی چیز ہے جو ان حرکات و سکنات کو اگر یہ نماز میں ہوں تو عبادت بنا دیتی ہے اور یوں کھڑے ہونے کو (ہاتھ باندھے یا کھولے ہوئے) اور اس طرح بیٹھنے کو اور دائیں بائیں مٹھ پھیرنے کو تذلل و انکسار کے آخری مرتبہ پر پہنچا دیتی ہے۔ اور اگر یہی امور نماز سے خارج ہوں تو نہ ان میں غایۃ خضوع ہے اور نہ یہ عبادت متصور ہوتے ہیں۔

عبادت کا تعلق عقیدہ و نیت سے ہوتا ہے یعنی جس ذات کے سامنے آپ یہ افعال کر رہے ہیں اس کے متعلق آپ کا عقیدہ کیا ہے۔ اگر آپ اس کو اللہ اور معبود یقین کرتے ہیں تو یہ سب اعمال عبادت ہیں اور سب میں غایۃ تذلل و خضوع پایا جاتا ہے۔ لیکن اگر آپ اس کو عبد اور بندہ سمجھتے ہیں، نہ خدا، نہ خدا کا بیٹا، نہ اس کی بیوی، نہ اس کا اوتار، تو یہ اعمال عبادت نہیں کہلائیں گے۔ ہاں آپ ان کو احترام، اجلال اور تعظیم کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے علاوہ کوئی دوسرا ایسا نہیں جس کی عبادت شرعاً یا عقلاً درست ہو۔ سب سے بالاتر اور قوی تر وہ سب کا خالق اور رب (اپنی تربیت سے مرتبہ کمال تک پہنچانے والا) وہ لطف و کرم کا پیہم پانی برسانے والا وہ ہزار خطائیں کریں لاکھوں جرم کرے، اپنی رحمت سے معاف فرمانے والا وہ اور قیامت کے دن ہر نیک و بد کی قسمت کا فیصلہ فرمانے والا وہ۔۔۔ تو اُسے چھوڑ کر انسان کسی غیر کی عبادت کرے تو آخر کیوں؟ بلکہ اس کے بغیر اور ہے ہی کون جو

معبود اور اللہ ہو اور اس کی عبادت کی جائے؟ اسی لئے قرآن نے ہمیں یہی تعلیم دی اور یہ سبق سکھایا کہ ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور کسی کی نہیں کرتے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

عبادت کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ کسی کو خالق یا خالق کا حصہ دار مان کر اس کی اطاعت کرنا۔ جب تک کہ یہ نیت نہ ہو تب تک اُسے عبادت نہیں کہا جائے گا۔ اُب بُت پرست بُت کے سامنے سجدہ کرتا ہے اور مسلمان کعبہ کے سامنے۔۔ وہاں بھی پتھر ہی ہیں۔۔ لیکن وہ مشرک ہے اور ہم مُوحّد (اللہ تعالیٰ کو یکٹا ماننے والے)۔۔ ہندو اپنے دیوتاؤں، رام چندر وغیرہ کو مانتا ہے، مسلمان نبیوں و لیوں کو۔۔ پھر کیا وجہ کہ وہ مشرک ہو گیا اور یہ اللہ کو ماننے والا رہا۔ فرق یہی ہے کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات میں حصہ دار مانتا ہے اور ہم اُن کو اللہ کا خاص بندہ مانتے ہیں۔ بہر حال، عبادت میں یہ قید ہے کہ جس کی اطاعت کرے اُس کو اپنا خالق مانے۔۔ عبادت بہت قسم کی ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج بلکہ یوں سمجھو کہ جو جائز کام بھی رب کو راضی کرنے کی نیت سے کیا جائے وہ عبادت ہے یہاں تک کہ آدمی رب کو راضی کرنے کے لئے اپنے بچوں کو پالے یہ بھی عبادت ہے اور اس میں ثواب ملتا ہے۔ (تفسیر نبوی)

ایک بزرگ، ابن سعود نجدی کے زمانہ میں مدینہ پاک حاضر ہوئے۔ روضہ مطہرہ کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہوئے تھے کہ نجدی پولیس نے کہا کہ کیا تو نماز پڑھ رہا ہے؟ تو مشرک ہو گیا۔ انھوں نے پوچھا کہ کیوں سپاہی؟ وہ کہنے لگا کہ کسی کے سامنے نماز کی طرح کھڑا ہونا یعنی ہاتھ باندھ کر یہ اُس کی عبادت ہے۔ بزرگ فرمانے لگے کہ کیسے کھڑا ہوں؟ وہ بولا کہ ہاتھ چھوڑ کر۔۔ انھوں نے کہا کہ اس طرح کھڑا ہونا بھی مالکی نماز کا قیام ہے۔ پھر بھی نماز سے مشابہت تو ہے۔ اگر نافرمانی کے

نیچے ہاتھ باندھوں تو حنفی نماز ہے اور ناف کے اوپر باندھوں تو شافعی نماز، ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہوں تو مالکی نماز ہے۔ اب بتاؤ کیا کروں؟ وہ خاموش ہو گیا۔ بزرگ فرمانے لگے کہ کسی کام کا عبادت بننا یا نہ بننا نیت پر موقوف ہے۔

غیر خدا کو سجدہ تعظیمی حرام ہے :

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید کی آیات، چالیس مستند احادیث اور ایک سو دس فقہی نصوص اور بزرگان دین کے اقوال سے سجدہ تعظیمی کے حرام ہونے پر 'الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیۃ' تحریر فرمائی ہے جس میں ارشاد فرماتے ہیں :

'مسلمان! اے مسلمان! اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان! جان اور یقین جان! کہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے نہیں، اس کے غیر کو سجدہ عبادت تو یقیناً اجمالاً شرک مبہن و کفر مبہن اور سجدہ تحیت حرام و گناہ کبیرہ بالیقین۔۔۔ اس کے کفر ہونے میں اختلاف علمائے دین، تو قرآن عظیم نے ثابت فرمایا کہ سجدہ تحیت ایسا سخت حرام ہے کہ مشابہ کفر ہے۔۔۔ والعیاذ باللہ۔۔۔ صحابہ کرام نے حضور ﷺ کو سجدہ تحیت کی اجازت چاہی، اس پر ارشاد ہوا کہ کیا تمہیں کفر کا حکم دیں۔ معلوم ہوا کہ سجدہ تحیت ایسی فوج چیز ہے جسے کفر سے تعبیر فرمایا۔ جب خود حضور اقدس ﷺ کے لئے سجدہ تحیت کا یہ حکم ہے تو پھر اوروں کا کیا ذکر؟ (الزبدۃ الزکیہ)

عالم، مُرشد، ولی یا قبر کو عبادت کی نیت سے سجدہ کرنا یقیناً شرک ہے اور عزت، احترام اور تعظیم کی نیت سے سجدہ کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ حرام اور گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں ہو جاتا۔ لہذا، مسلمانوں کو کبیرہ گناہ کی وجہ سے کافر یا شرک قرار

دینا گمراہی اور بے دینی ہے۔ سجدہ تعظیمی سابقہ شریعت میں جائز تھا لیکن شریعت محمدی ﷺ میں حرام قرار دیا گیا۔ شرک ہر نبی کی شریعت میں شرک ہوتا ہے۔ شرک کسی نبی کی شریعت میں جائز اور کسی نبی کی شریعت میں حرام نہیں ہو سکتا۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں :

’ابطال شرک کے لئے تو وہی واقعہ حضرت آدم اور مشہور جمہور پر حضرت یوسف علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی دلیل کافی۔۔۔۔۔ محال ہے کہ اللہ عز وجل کبھی کسی مخلوق کو اپنا شریک کرنے کا حکم دے اگرچہ پھر اُسے منسوخ بھی فرمائے۔ اور محال ہے کہ ملائکہ و انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کوئی کسی کو ایک آن کے لئے شریکِ خدا بنائے یا اُسے روا ٹھہرائے‘ (الزبدۃ الزکیہ)

سجدہ عبادت اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے کسی اور کے لئے نہیں ہو سکتا۔ نہ کسی نبی کی شریعت میں کبھی جائز ہوا۔ سجدہ تہیت (سجدہ تعظیمی) پہلی شریعتوں میں جائز تھا ہماری شریعت میں منسوخ کیا گیا جیسے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام اور حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کا فضل و شرف ظاہر کرنے کے لئے سجدہ تہیت (سجدہ تعظیمی) کا حکم دیا گیا تھا۔ حضرت بحر العلوم محمد عبدالقدیر حسرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

’سجدہ غیر اللہ کو اسلام میں حرام کر دیا گیا۔ ہرگز اب کسی کو سجدہ نہیں ہو سکتا۔ نہ سجدہ عبادت، نہ سجدہ تعظیمی۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں سجدہ کی اجازت دیتا تو بیویوں کو حکم دیتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں‘

ظاہر ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے سجدہ نہیں لیا، اس کی ممانعت کر دی تو دوسرا کیوں کر سجدہ لے سکتا ہے۔ اب غیر اللہ کو سجدہ ہرگز درست نہیں۔ ممنوع ہے حرام ہے اور اس کا مرتکب عاصی ہے۔ (درس القرآن)

وندے ماترم اور سرسوتی وندنا مسلمانوں کے عقیدہ توحید کے خلاف ہے:

مسلمان صرف اللہ کی عبادت کرتا ہے اللہ کے سوا کسی بھی چیز کی پوجا اسلام میں جائز نہیں۔

وندے ماترم اور سرسوتی وندنا میں زمین اور دیوی کی پوجا ہے جو اسلام کے عقیدہ توحید کے سراسر خلاف ہے۔ اس لئے یہ دونوں چیزیں کسی بھی صورت میں مسلمانان ہند کے لئے قابل قبول نہیں۔ کسی ایک فرقہ کے طریقہ عبادت کو دوسرے فرقہ پر مسلط کرنا ہندوستان کے جمہوری دستور و آئین کے قطعاً خلاف ہے اور ایسا کوئی بھی اقدام ہندوستان میں اختلاف و انتشار اور بد امنی پھیلانے کی بھیاں تک غلطی ثابت ہوگا۔ فرقہ پرست طاقتیں اس وقت وندے ماترم و سرسوتی وندنا کو لازم قرار دینے کی جارحانہ و انتہا پسندانہ ذہنیت کا لگاتار مظاہرہ ہی نہیں کر رہی ہیں بلکہ اس کے عملی نفاذ کے احکام بھی صادر کر رہی ہیں۔ فرقہ پرست عناصر نے وندے ماترم کا سہارا لے کر مسلم دشمنی کا ایک نیا محاذ کھولا ہے۔ اب تک عبادت گاہ کو نشانہ بنایا گیا تھا اور اب عبادت ہی پر حملے کا آغاز کر دیا گیا۔

عقیدہ توحید کو مجروح کرنے کے لئے شرک کی ایک نئی سرنگ کا استعمال شروع کیا جا رہا ہے۔ ہندوستانی مسلمان اپنے عقیدہ و مذہب کے معاملہ میں کسی بھی زور زبردستی کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتے اور نہ ہی کسی طاقت و قوت سے مرعوب ہو سکتے ہیں۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ پوری قوت و طاقت کے ساتھ اس جبری حکم کے خلاف آواز بلند کریں اور فرقہ پرستوں پر یہ واضح کر دیں کہ وندے ماترم و سرسوتی وندنا مسلم عقیدہ کے خلاف ہے۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ ہم نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی ہی عبادت کے لئے پیدا کیا۔ اسلام کے قانون کی پیروی کے لئے پیدا کیا ہے۔

صرف اپنی اطاعت کے لئے پیدا کیا ہے دوسرے کام کے لئے پیدا ہی نہیں کیا گیا۔ ☆ ☆ ☆

وَاجْزِدْ عَوْنًا أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ  
وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ